الہدیٰ

پاکستان ٹیلیویژن پر نشر شدہ ڈاکٹر اسرار احمد کے دروسِ قرآن ۔ ص ۱۷

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول : ڈاکٹر اسرار احمد

مرکزی مکتبہ تنظیم اسلامی

۳۶ ۔ کے ، ماڈل ٹاؤن ، لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ریفریجریٹرز، ایئرکنڈیشنز اور فریزرز میں سب سے بہتر

سانیو

SANYO

خریدیئے

نوفراسٹ ریفریجریٹرز

اب پاکستان میں تیار/اسمبل کئے جاتے ہیں

۱۰ مختلف سائز ہیں۔ دلکش رنگوں میں حفاظتی تالے کے ساتھ۔ اشیاء کے ذخیرہ کرنے کی زیادہ گنجائش۔ بازار جانے کی کم زحمت۔ مکمل کارکردگی۔ آزمودہ ریفریجریٹرز بڑے قدوقامت کے ۳ دروازے والے فیملی ماڈلز سے لیکر مجرد اشخاص کے لئے چھوٹے ماڈلز تک دستیاب

بے آواز

رُوم ایئرکنڈیشنز

گرمیوں میں سرد، سردیوں میں گرم ہوا

گنجائش ۱½ ٹن (۱۸۰۰۰ بی ٹی یو/ایچ)

پاکستان میں تیار/اسمبل کردہ

ٹھنڈا کرنے کی زیادہ صلاحیت۔ بجلی کا کم خرچ

بہتر کارکردگی کیلئے آٹو ڈیفلیکٹر سے آراستہ

براؤن ٹیک میں فنش کی ہوئی جالی۔

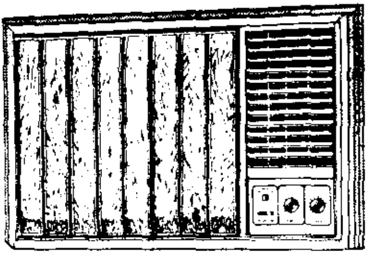

اِسپلٹ ٹائپ ایئرکنڈیشنز

نیا روٹری کمپریسر آواز، ارتعاش اور بجلی کا خرچ کم کرنے کیلئے۔

دیوار پر نصب کیا جانیوالا ڈیزائن کمرہ میں قابلِ استعمال جگہ بچاتا ہے

۲۴ گھنٹے کا وقتی سوئچ۔

آئی سی تھرموسٹیٹ صحیح ٹمپریچر برقرار رکھنے کے لئے

۳-اسپیڈ فین آپریشن سلیکٹر

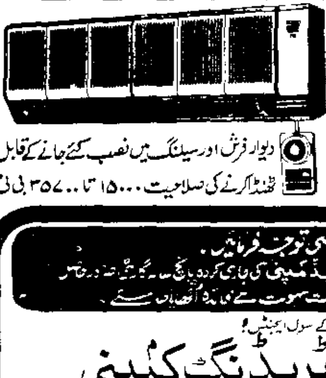

دیوار فرش اور سیلنگ میں نصب کئے جانے کے قابل

ٹھنڈا کرنے کی صلاحیت ۱۵۰۰۰ تا ۳۵۷۰۰ بی ٹی یو

کرم فرما خصوصی توجہ فرمائیں۔

مندرجہ مصنوعات خریدتے وقت ورلڈ وائیڈ کمپنی کی جاری کردہ پانچ سالہ گارنٹی اور ٹریڈ مارک سروس بعد از فروخت کی مفت سہولت سے فائدہ اٹھائیں۔

پاکستان میں سانیو کی تمام مصنوعات کے سول ایجنٹس!

ورلڈ وائیڈ ٹریڈنگ کمپنی

سانیو سینٹر شوروم اور سروس سینٹر۔ گارڈن روڈ۔ صدر کراچی

فون: ۷۷۳۶۴ - ۷۴۷۴۹ - ۷۴۷۰۰

پاکستان: کیبل "WORLDBEST" ٹیلکس 25109 WWTCO PK

ماہنامہ

میثاق

لاہور

جلد : ۳۲ | شمارہ : ۳ | جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ مطابق مارچ ۱۹۸۳ء

عرضِ احوال —— ۳
شیخ جمیل الرحمٰن

الہُدیٰ —— ۱۷
ڈاکٹر اسرار احمد

اصلاحِ معاشرہ کا قرآنی تصوّر —— ۲۹
ڈاکٹر اسرار احمد

دیباچہ طبعِ دوم —— ۴۹
بر کتاب 'تحریکِ جماعتِ اسلامی'
ڈاکٹر اسرار احمد

ابوالکلامیات —— ۵۷
سُورۃ توبہ کی تفسیر سے ایک اقتباس

اِتحادِ ملّت کے لئے چار نکاتی فارمولا —— ۵۹
مولانا عبدالستار خاں نیازی

عشرہ کاملہ (۲) —— ۶۵
حافظ محمد رفیق

رفتارِ کار —— ۷۳
(ادارہ)

کرکٹ کے بارے میں وضاحت —— ۸۵
ڈاکٹر اسرار احمد

افکار و آراء —— ۸۹

ادارۂ تحریر
شیخ جمیل الرحمٰن
حافظ عاکف سعید

سالانہ زرِ تعاون
۳۰/ روپے
قیمت فی شمارہ
۳ روپے

ناشر
ڈاکٹر اسرار احمد

طابع
چودھری رشید احمد

مطبع
مکتبہ جدید شارع فاطمہ جناح لاہور

مکتبہ تنظیم اسلامی
فون : ۸۵۲۶۱۱

اُٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے　　مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

تنظیمِ اسلامی

کا

آٹھواں سالانہ اجتماع

اِن شاءاللہ العزیز

قرآن اکیڈمی ۳۶۔کے ماڈل ٹاؤن، لاہور میں

یکم اپریل (جمعہ) تا ۷ اپریل (جمعرات)

(صبح کے اوقات میں) منعقد ہو رہا ہے

جس میں تنظیمِ اسلامی کے رفقاء و ارکان شرکت کریں گے۔

رفقاء کرام نوٹ فرمالیں کہ:

(۱) اجتماع میں اُن کی شرکت لازمی ہے۔

(۲) عدم شرکت کی صورت میں تفصیلی وجوہات کے ساتھ ۱۵ مارچ تک مرکز درخواست بھیجنی ضروری ہے۔

(۳) تمام رفقاء کو یکم اپریل کو پہنچ جانا چاہیے۔

(۴) موسم کے مطابق بستر ساتھ لایا جائے۔

المعلن: قیّم تنظیمِ اسلامی

جمیل الرحمٰن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ احوال

بحمد اللہ والمنہ ماہنامہ میثاق کا شمارہ بابت جمادی الاوّل ۱۴۰۲ھ مطابق مارچ ۱۹۸۲ء ناظرین کی خدمت میں پیش ہے۔ توقع ہے کہ انشاء اللہ یہ شمارہ تنوع کے اعتبار سے پسند کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے 'میثاق' صوری ومعنوی اعتبارات سے ترقی کے ساتھ پابندی سے شائع ہو رہا ہے۔ اور اس ضمن میں قارئین کی شکایت کا ازالہ ہو گیا ہے ـــــ اس شمارے میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے ان دروس کا ٹیپ سے نقل کر کے آغاز کیا جا رہا ہے جو ٹی وی پروگرام "الھدیٰ" کے ٹائیٹل کے تحت مطالعہ قرآنِ حکیم کے منتخب نصاب کے خلاصوں پر مشتمل تھا جو تقریباً چودہ ماہ تک باقاعدگی سے ہر ہفتہ ٹیلی کاسٹ ہوتا رہا تھا اور جو سورۃ الحجرات کے درس کے بعد جولائی ۸۲ء میں اچانک بند کر دیا گیا تھا جبکہ نصاب نصف تک پہنچا تھا۔ یہ دروس ان شاء اللہ بالاقساط شائع ہوں گے اور اس طرح منتخب نصاب کا ایک خلاصہ رفقاء تنظیم کی دعوتی تقاریر کے لئے تیار ہو جائے گا ـــــ ٹی وی پر ۸۱ء کے رمضان المبارک میں روزانہ "الٓمّٓ" کے عنوان سے ڈاکٹر صاحب موصوف نے قرآن حکیم کی ان سُوَر کا خلاصہ پیش کیا تھا جو حروف مقطعات سے شروع ہوتی ہیں۔ ان سورتوں کی تعداد ۲۹ ہے۔ لہٰذا ۲۹ ہی ڈاکٹر صاحب موصوف کے لیکچرز ہوئے تھے۔ ان لیکچروں کی اشاعت کا ماہنامہ "حکمتِ قرآن" میں فروری کے شمارے سے آغاز ہو گیا ہے۔ جن سے اس ماہنامے کے مطالعہ کے ذریعے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

اس شمارے میں تنظیم اسلامی کے آٹھویں سالانہ اجتماع، مرکزی انجمن کے سالانہ اجلاس اور محاضراتِ قرآنی کے انعقاد کی اطلاعات ناظرین کی نظر سے گزریں گی۔ امسال یہ پروگرام یکم تا ۷ اپریل کی تاریخوں میں اس طور پر ترتیب دیئے گئے ہیں کہ

تنظیم کے سالانہ اجتماع میں بیرونِ لاہور سے شریک ہونے والے رفقاء بھی محاضراتِ قرآنی سے استفادہ کر سکیں۔ صبح سے ظہر تک کا وقت تو تنظیم کے اجتماع کے لئے وقف رہے گا اور شام کے اوقات محاضراتِ قرآنی کے لئے ـــــ توقع ہے کہ رفقائے تنظیم اس اجتماع کے لئے رخصتیں لیتے اور ریل سے سفر کی صورت میں سیٹوں اور برتھوں کی بکنگ کا بروقت انتظام کرلیں گے۔ اس اجتماع کی آخری نشست ۷ اپریل کو صبح کو ہوگی یعنی ظہر تک ان شاء اللہ اجتماع اختتام پذیر ہوجائے گا اور ظہر کے بعد رفقاء واپس جاسکیں گے۔ لہٰذا جو رفقاء بیرون لاہور خاص طور سے کراچی، سکھر اور پشاور سے تشریف لائیں گے، ان سے درخواست ہے کہ وہ ہر حال میں ۱۰ مارچ تک مرکز کو اطلاع بھیج دیں کہ کس ٹرین سے اور کس تاریخ کو وہ واپس جانا چاہیں گے تاکہ ان کی واپسی کے لئے، سیٹ اور برتھ کی بکنگ کا پہلے سے انتظام ہوسکے۔

لمحاتِ فکریہ!

ہمارے دینِ اسلام کا اصول یہ ہے کہ نصوصِ شرعیہ میں سے کسی نص کا بدیہی اور واضح انکار صریح کفر ہے۔ نصوصِ شرعیہ سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم خاتم النبیین اور آخر المرسلین ہیں۔ آپؐ کے بعد کسی نوع کا کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ نہ ظلّی نہ بروزی۔ مسلمانوں میں سے کوئی ایسا دعویٰ کرے گا تو وہ اور اس کے ماننے والے مرتد ہوجائیں گے۔ جس کی سزا قتل ہے۔ اسی بنیاد پر غلام احمد قادیانی کو نبی یا مجدّدِ وقت یا مسیح موعود ماننے والوں کو چاہے وہ قادیانی مرزائی ہوں خواہ لاہوری ـــــ ۱۹۷۴ء میں غیر مسلم قرار دے دیا گیا تھا اور پاکستان کے دستور میں اس دفعہ کا اندراج ہوگیا تھا۔ اگر غلام احمد یا کوئی دوسرا مسلمان کہلانے والا شخص کسی حقیقی اسلامی حکومت میں ایسا دعویٰ کرتا تو اس پر اور اس کے تمام متبعین پر ارتداد کی حد جاری ہوتی۔ لیکن انگریزی حکومت اور اس کی خصوصی سرپرستی کی وجہ سے مرزا آنجہانی کے اس باطل دعوے کا سرطان جسدِ ملّی میں پھیلتا چلا گیا اور اب جبکہ آئینی اور دستوری طور پر انہیں "غیر مسلم" قرار دیا جاچکا ہے ان کی دریدہ دہنی اور جسارتوں میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی بلکہ ان کے جارحانہ طرزِ عمل میں اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ جس کے مظاہر روزمرہ دیکھنے

میں آتے ہیں۔ اس کے واضح ثبوت کے لئے مرزائیوں کے ترجمان "الفضل" ربوہ کا کوئی شمارہ دیکھا جاسکتا ہے۔ مزید یہ کہ حال ہی میں لاہور میں قادیانیوں کے نام نہاد خلیفہ وقت نے چودھری ظفر اللہ خاں کی کوٹھی پر کئی دن تک ڈیرا لگائے رکھا اور کھلم کھلا اپنے باطل اور مذموم نظریات کی تبلیغ واشاعت کی۔ اور قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیئے جانے پر زبان طعن دراز کی۔ ایک نظریاتی مملکت وریاست میں ملک کے بنیادی واساسی نظریات کے خلاف نظریات کی تبلیغ اور نشر واشاعت کی کسی طور پر کسی ملک میں بھی اجازت نہیں ہوتی بلکہ اس فعل کو ریاست سے غداری شمار کیا جاتا ہے اور ایسے لوگوں کو غداری کی سزا دی جاتی ہے۔ لیکن کتنی بوالعجبی ہے کہ یہ سب کچھ اس مملکت میں کھلم کھلا ہو رہا ہے اور اقتدار وقت کی آنکھیں نہیں کھلتیں، جس کی زبان پر حقیقی اسلامی نظام کے قیام ونفاذ کی دن رات راگنی جاری رہتی ہے۔

ستر وحجاب کے متعلق اسلامی تعلیمات کے ساتھ عرصہ دراز سے جو تمسخر واستہزا کیا جارہا وہ ہر محب دین کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ اس بارے میں دیدہ دلیری اور گستاخیوں کے طرز عمل میں جو روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ قیام پاکستان کے بعد کسی دور حکومت میں مغرب زدہ اور اباحیت پسند طبقہ بالخصوص خواتین کو ستر وحجاب کے متعلق اسلام کے مسلمات اور نصوص کی کھلم کھلا نہ صرف خلاف ورزیوں بلکہ استہزاء وتمسخر کا حوصلہ نہیں ہوا ہوگا جتنا موجودہ اس حکومت کے دور میں ہو رہا ہے جو پاکستان میں اسلامی نظام کے عزم کی مدعی ہے۔ ستر وحجاب کے سلسلے میں اس اباحیت پسند طبقے کو جس طرح ذرائع ابلاغ کو استعمال کرنے کا موقع مل رہا ہے اس پر ہر حساس قلب مسلمان خون کے آنسو رو رہا ہے۔ پہلے تو جسارت یہ کی گئی کہ سرے سے اس بات سے ہی انکار کیا گیا کہ اسلام عورت کو ستر وحجاب کا پابند بنانے اور گھروں میں قرار پکڑنے کا حکم دیتا ہے نیز پابندیوں کے ساتھ حسب ضرورت گھروں سے نکلنے کی اجازت دیتا ہے۔ اور اس بات کو ملا کا اپنا تصور ومذہب قرار دیا گیا اور ہر نوع کی مساوات مرد وزن کو عین اسلام قرار دیا گیا۔۔۔۔ اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ پریس ٹرسٹ کے ایک مشہور انگریزی لاہور کے روزنامے میں ہر ہفتے ہی ایسے مراسلات اور مضامین کی اشاعت کو معمولات میں شامل کر لیا گیا ہے جن کے ذریعے اس اباحیت پسند اور مغرب زدہ طبقے کے مذمومہ خیالات کو ہمارے تعلیم یافتہ

طبقے کے ذہنوں میں اتارنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس ضمن میں حال ہی میں ایک صاحب کا اسی اخبار میں ایک مراسلہ شائع ہوا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ "یہ صحیح ہے کہ قرآن حکیم میں ستر و حجاب کے احکام آئے ہیں اور خواتین کو گھروں میں ٹھہرنے کی تاکید کی گئی ہے لیکن موجودہ دور کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ہمیں اس امر میں زبردست اجتہاد کرنا ہوگا۔" انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ اس ملک میں جو اسلام کے نام سے قائم ہوا ہے ایک مسلمان کہلانے والا شخص اس اخبار میں جو پریس ٹرسٹ یعنی حکومتِ وقت کی زیرِ نگرانی نکل رہا ہے "اجتہاد" کے نام پر قرآن حکیم میں تحریف کا کھلم کھلا مشورہ دے رہا ہے اور ایوانِ اختیار میں جنبش بھی نہیں آتی ___ سورۂ یونس میں کفار و مشرکینِ مکہ کے متعلق فرمایا گیا ہے:

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ	"جب انہیں ہماری صاف صاف
قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا	اور واضح باتیں سنائی جاتی ہیں تو
ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ	وہ لوگ ہم سے ملنے کی توقع نہیں
قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ	رکھتے ___ یعنی منکرینِ آخرت ___
تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا	وہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کے بجائے
يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ	کوئی اور قرآن لاؤ یا اس میں کوئی
عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ	تغیر و تبدل کرو، اے نبی! ان سے
(آیت ۱۵)	کہہ دیجئے کہ میرا یہ مقام نہیں ہے

کہ اپنی طرف سے اس میں کوئی ترمیم کروں۔ میں تو خود اس وحی کا پیرو ہوں جو میرے پاس بھیجی جاتی ہے۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں یعنی قرآن میں ترمیم کروں تو مجھے ایک بڑے ہولناک دن کے عذاب کا ڈر ہے!

___ قرآن حکیم میں تبدیلی کا اختیار خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل نہیں تھا اور اللہ تعالیٰ نے حضورؐ سے صاف کہلوا دیا کہ اگر میں اپنے جی سے اس میں کوئی تغیر و تبدل کروں تو یہ نافرمانی ہوگی جس کی پاداش کا مجھے آخرت کے عظیم دن کے عذاب کا خوف ہے۔ اور ہمارے "اسلامی جمہوریہ پاکستان" کہلانے والے ملک میں اجتہاد کے نام سے قرآنی احکام کو تبدیل کر کے ان کو "زمانے کے مطابق" ڈھالنے کا خود حکومت

کی زیر سرپرستی نکلنے والے اخبار میں مشورہ دیا جاتا ہے اور ارباب اقتدار میں سے کسی کے ماتھے پر بل بھی نہیں آتا اور آئے بھی کیوں ؟ جب کہ وہ خود ایک طرف چادر اور چار دیواری، کے احترام و تقدس کو قائم کرنے کے عزم کا زبانی و کلامی اظہار کرتے ہیں تو دوسری طرف عورتوں اور مردوں کو شانہ بشانہ کام کرنے کے نظریے کے محض علمبردار ہی نہیں بلکہ عملاً اس نظریے کے مطابق ہمارے معاشرے کو ڈھالنے کے لئے اپنی قوت نافذہ کو دھڑلے سے استعمال کر رہے ہیں — فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

یہ حکم بھی نصوص شریعت میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہادت کے نصاب میں دو عورتوں کی شہادت کو ایک مرد کے مساوی رکھا ہے۔ یہ نص سورۃ البقرہ کی آیت ۲۸۲ میں بیان ہوئی ہے جو ایک طویل آیت ہے اور جس میں متعدد احکام بیان ہوئے ہیں۔ اس آیت میں شہادت کے نصاب کے متعلق فرمایا گیا کہ:

وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ	"اور گواہ بناؤ دو گواہ اپنے مردوں
مِنْ رِجَالِكُمْ ۖ فَإِنْ لَمْ	میں سے پس اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک
يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ	مرد اور دو عورتوں کو جن کو تم گواہوں
وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ	میں سے پسند کرو۔"
الشُّهَدَاءِ	

ہر اسلامی حکومت میں قانون شہادت میں قرآن حکیم کا یہ منصوص حکم مستقل دفعہ کے طور پر شامل رہا ہے۔ انگریزی استعمار سے قبل اسی برصغیر پاک و ہند میں یہی قانون جاری تھا لیکن جب انگریزی حکومت نے یہاں شریعت کے قوانین کو منسوخ کر کے اپنی مرتب کردہ تعزیرات اور ضوابط و قوانین جاری کئے تو شہادت کے قانون کو بھی بدل دیا گیا۔ اور اس امر میں مرد و عورت کو مساوی قرار دے دیا گیا۔

اسلامی نظریاتی کونسل کو صدرِ مملکت نے اس مقصد کے لئے قائم کیا تھا کہ وہ ملک کے تمام قوانین کو شریعت کے مطابق تبدیل کرنے کے سلسلے میں اپنی سفارشات پیش کرے۔ اس کونسل میں ملک کے تمام فقہی مسالک کے متعدد جید علماء اور متعدد ماہرین قانون (جن میں کئی نامور وکلاء اور کئی سابق جسٹس و چیف جسٹس) شامل ہیں اور یہ سب کے سب پاکستان کے صدرِ محترم کے اپنے نامزد کردہ ارکان ہیں۔ اس کونسل نے کمال

ہی میں قانونِ شہادت کے ضمن میں اپنی سفارشات پیش کی ہیں۔ جس میں یہ سفارش بھی شامل ہے کہ نصِّ قرآنی کے بموجب دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے مساوی ہوگی۔ اس سفارش کا منظرِ عام پہ آنا تھا کہ تجدد و اباحیت پسند اور مغرب زدہ طبقے میں کہرام مچ گیا اور مسلمان کہلانے والے اس قلیل لیکن مراعات یافتہ اور با اثر طبقے کی طرف سے اخبارات میں اس سفارش کے خلاف بیانات آنے شروع ہو گئے جن میں اس سفارش کو خواتین کے حقوق کو سلب کرنا بلکہ اس کو ظلم قرار دیا گیا۔ پھر ستم بالائے ستم یہ کہ اس طبقے سے متعلق بعض اعلیٰ گھرانوں اور سرکاری افسران سے تعلق رکھنے والی بعض خواتین اس سفارش کے خلاف جلوس کی شکل میں لاہور میں سڑکوں پر نکل آئیں تاکہ اپنا احتجاج لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس تک پہنچا دیں۔ نتیجتہً پولیس سے تصادم ہوا اور اس معاملے نے ایک انتہائی سانحہ اور ناخوشگوار معاملہ کی شکل اختیار کر لی۔ ہو سکتا ہے کہ اس پوری صورت حال کے پیچھے اباحیت پسند و تجدد پسند بلکہ صحیح معنوں میں لادینی عناصر کا خفیہ ہاتھ کام کر رہا ہو[1] اس معاملے کا ملک کے امن و امان سے کیا تعلق ہے ؟ وہ حکومت جانے اور قانون جانے۔ ہم اس وقت اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتے ہمارے نزدیک اس معاملے کا دینی پہلو ایک لمحہ فکریہ کو دعوت دیتا ہے۔

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ احکام بالخصوص نصوص شریعت میں سے کسی ایک کا انکار بھی 'ارتداد' کی زد میں آجاتا ہے۔ پھر ایسے طرزِ عمل اختیار کرنے والوں کے لئے قرآن حکیم میں بڑی شدید وعیدیں اور دھمکیاں آئی ہیں۔ ایک بُرائی اور گناہ تو وہ ہوتا ہے جس کو انسان گناہ اور برائی سمجھ کر اختیار کرتا ہے۔ اس کی کوئی ذاتی مجبوری بھی ہو سکتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے خلوص کے ساتھ اس بات کی توفیق طلب کرتا رہتا ہے کہ اسے اس برائی سے جلد از جلد نجات ملے تو ایسے فرد کا معاملہ ہلکا ہے۔ آخرت میں اس کی سزا بھی ہلکی ہو سکتی ہے۔ ایک وہ فرد ہے کہ جو جہالت اور کسی اشتعال اور کسی فوری ترغیب کے تحت کسی معصیت میں مبتلا ہو جاتا ہے لیکن تنبہ ہوتے ہی اللہ کی طرف رجوع اور

---

[1] ان سطور کی تحریر کے بعد دوسرے دن اخبارات سے معلوم ہوا کہ کراچی میں بھی مغرب زدہ خواتین نے اس مسئلہ پر احتجاجی جلوس نکالا ہے۔

توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ایسے فرد کی توبہ قبول کرنے کی بشارت دی ہے۔ لیکن ایک وہ فرد ہے جو برائی کو برائی نہ سمجھے بلکہ اسے اچھائی اور بھلائی سمجھے یا شریعت کے بعض احکام کو تسلیم کرے اور بعض کا انکار کر دے یا خود کو مسلمان کہے اور کہلوائے لیکن احکام و نصوص شرعیہ کو تسلیم کرنے سے بالکلیہ انکار کر دے تو ایسے فرد کا معاملہ بڑا مختلف اور شدید ہوتا ہے۔ ایسے فرد کے لئے قرآن حکیم کا فتویٰ یہ ہے کہ اس نے اللہ کو چھوڑ کر اپنی ہوائے نفس کو معبود بنا لیا ہے۔ یعنی وہ اپنی پسند اور ناپسند کے مطابق معاملہ کرتا ہے۔ تو درحقیقت اس کا اِلٰہ (معبود) اس کے اپنے نفس کی خواہشات ہیں)۔ اس طرز عمل کے متعلق قرآن مجید میں دو جگہ تنبیہ آئی ہے۔ سورۃ الفرقان میں فرمایا:-
اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ ط (آیت ۴۳) اور سورۃ الجاثیہ میں فرمایا:-
اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ (آیت ۲۳) ان دو مقامات پر ایسے فرد کے لئے شدید وعید آئی ہے۔ پہلے مقام پر ایسے شخص کو جانور بلکہ ان سے بھی بدتر قرار دیا گیا ہے اور دوسرے مقام پر ایسے شخص کے متعلق اللہ تعالیٰ نے جو ارشاد فرمایا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ علم کے باوجود ایسا شخص گمراہی پر گامزن ہو گیا اور اس کی سماعت پر، اس کے قلب پر مہر لگ گئی اور اس کی بصارت پر پردہ پڑ گیا۔۔۔۔ مزید یہ کہ جو شخص کسی ایک معصیت پر اس طرح جم جائے گا کہ وہ بدی کے چکر ہی میں پڑا رہے گا تو وہ جہنمی ہے اور ہمیشہ جہنم میں رہے گا: بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـئَتُهٗ فَاُولٰٓـئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ٥ (البقرۃ ۸۱)۔ پھر اسی سورہ البقرہ میں یہ طرز عمل اختیار کرنے والوں کے لئے لرزا دینے والے انداز میں انتباہ و وعید آئی ہے جو شریعت کے بعض احکام کو مانیں اور بعض کا انکار کریں۔ فرمایا:

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ	"تو کیا تم کتاب کے ایک حصے پر ایمان
وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ج فَمَا	لاتے ہو اور دوسرے حصے کے ساتھ
جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ	کفر کرتے ہو؟ پھر تم میں سے جو
اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج	لوگ ایسا کریں، ان کی سزا اس کے
وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى	سوا اور کیا ہے کہ وہ دنیا میں ذلیل
اَشَدِّ الْعَذَابِ ط وَمَا اللّٰهُ	و خوار ہو کر رہیں اور آخرت میں

بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ٥ (آیت ۸۵)

شدید ترین عذاب کی طرف پھیر دیئے جائیں۔ اللہ ان حرکات سے بے خبر نہیں ہے جو تم کر رہے ہو۔"

اس آیت میں اصلاً تو خطاب یہود سے ہے۔ جن کا بعثت محمدی سے قبل اور آں حضورؐ کے دورِ سعید میں یہی طرزِ عمل تھا۔ لیکن اس آیت مبارکہ کے بین السطور میں مخاطب وہ بھی ہیں جو نبی اکرمؐ کے امتی کہلاتے ہیں۔

شریعت کے نصوص کا انکار در اصل اپنی روح کے اعتبار سے حقیقی و معنوی ارتداد بھی ہے اور ظاہری ارتداد بھی۔ اس کی دلیل سورہ المائدہ کی اس آیت کا ابتدائی حصہ ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۔

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے (تو پھر جائے) اللہ اور بہت سے ایسے لوگ پیدا کر دے گا جو اللہ کو محبوب ہوں گے اور اللہ ان کو محبوب ہوگا، جو مومنوں پر نرم اور کفار پر سخت ہوں گے جو اللہ کی راہ میں جدوجہد کریں گے اور کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔"

پھر سورۃ الصف کی آیات ۲-۳ میں فرمایا :۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ٥ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ٥

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو! اللہ کے نزدیک یہ سخت ناپسندیدہ حرکت ہے کہ تم کہو وہ بات جو کرتے نہیں۔"

اکثر مفسرین نے ان آیات کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ان کا مطلب یہ ہے کہ ایمان

کے دعویٰ کے بعد ایمان کے تقاضے پورے کرنے سے اعراض کرنا، رو گردانی کرنا، سرتابی کرنا قول و فعل کا تضاد ہے جو اللہ تعالیٰ کے غضب کو بھڑکانے اور بیزاری پیدا کرنے کا باعث ہوتا ہے۔ چونکہ یہ طرزِ عمل منافقت و تناقض کی تعریف میں آتا ہے۔ اسی لئے ہم اپنی ان بہنوں سے جنہوں نے مغالطے میں آکر قانون شہادت کے خلاف مظاہرے کئے ہیں نہایت دلسوزی اور نہایت اخلاص کے ساتھ عرض کریں گے کہ وہ اللہ کے حضور توبہ کے لئے رجوع کریں تاکہ آخرت میں اللہ کی پکڑ سے بچ سکیں۔

قرآن کریم میں یہود کے اس قریہ کا کئی مقامات پر ذکر آیا ہے جس کے رہنے والوں نے یوم سبت کی پابندیوں کی خلاف ورزی کی تھی۔ سورۃ النساء کی آیت ۱۶۳ میں اس خلاف ورزی کا بایں الفاظ ذکر ہے:

وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ	"اور ذرا ان (بنی اسرائیل) سے
كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ اِذْ	اس بستی کا حال بھی پوچھو جو سمندر
يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ	کے کنارے واقع تھی۔ انہیں یاد دلاؤ
اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ	وہ واقعہ کہ وہاں کے لوگ سبت۔
سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا	(ہفتہ) کے دن کے احکام الٰہی کی
يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ	خلاف ورزی کرتے تھے اور یہ کہ مچھلیاں
كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا	سبت کے دن ہی ابھر ابھر کر سطح پر ان
كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝	کے سامنے آتی تھیں اور سبت کے

سوا باقی دنوں میں نہیں آتی تھیں۔ یہ اس لئے ہوتا تھا کہ ہم ان نافرمانیوں کی وجہ سے ان کو آزمائش میں ڈال رہے تھے۔"

——— اس بستی کے یہودی ایک حیلے سے یوم سبت (ہفتہ کے دن) کے اس حکم کی خلاف ورزی کیا کرتے تھے کہ چونکہ یوم سبت کو مچھلیاں ابھر ابھر کر سطح پر آتی تھیں تو اکثر لوگ ایک دن قبل رات کے وقت خلیج عقبہ کے سطح کے ساتھ ساتھ (جہاں یہ بستی آباد تھی) گڑھے کھود لیتے تھے تاکہ پانی کی سطح پر ہفتہ کے دن جو بے شمار مچھلیاں اچھلتی رہتی تھیں وہ پانی کے ساتھ ان گڑھوں میں آجائیں جن کو وہ دوسرے دن جاکر پکڑ

لیا کرتے تھے۔ بستی کے بعض دین داروں نے انہیں ٹوکا کہ یہ حیلے بازی اپنی اصل اور روح کے اعتبار سے حکم خداوندی کی خلاف ورزی ہے لیکن وہ باز نہیں آتے تھے۔ بستی کا ایک گروہ ایسا بھی تھا جو ان منع کرنے والوں سے کہا کرتا تھا کہ تم کیوں ان کو نصیحت کرتے ہو، ان کی تو مت ماری گئی ہے۔ یہ باز آنے والے نہیں ہیں ـــــ اس نافرمانی پر اللہ تعالیٰ کے جس عذاب نے ان کو اسی دنیا میں آپکڑا اس کا ذکر سورۃ البقرہ کی آیات ۶۵، ۶۶ میں ہے کہ:

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ٥

"(اے بنی اسرائیل!) اور یقیناً تمہیں اپنی قوم کے ان لوگوں کا قصّہ تو معلوم ہی ہے جنہوں نے سبت کا قانون توڑا تھا۔ ہمارے کلمہ "کُنْ" نے کہدیا کہ بندر بن جاؤ ذلیل و خوار ہو کر۔"

اللہ تعالیٰ نے دنیوی عذاب کے لئے سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۱۶ میں اپنا ایک ضابطہ یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ:

وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا ٥

"جب ہم کسی بستی کو (اس کی بداعمالیوں اور نافرمانیوں کے باعث) ہلاک کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں تو اس کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے اور وہ اس میں نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں۔ تب عذاب کا فیصلہ اس بستی پر چسپاں ہو جاتا ہے اور ہم اسے تہس نہس کر کے رکھ دیتے ہیں۔"

اس آیت پر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم و مغفور نے یہ حاشیہ لکھا ہے:

"جس حقیقت پر اس میں متنبہ کیا گیا ہے کہ ایک معاشرے کو آخر کار جو چیز تباہ کرتی ہے وہ اس کے کھاتے پیتے، خوشحال لوگوں اور اونچے طبقوں کا بگاڑ ہے۔ جب کسی قوم کی شامت آنے کو ہوتی ہے تو اس کے دولت مند اور صاحب اقتدار لوگ فسق و فجور پر اتر آتے ہیں، ظلم و ستم اور بدکاریاں اور شرارتیں کرنے لگتے ہیں اور آخر کار یہی فتنہ پوری قوم کو لے ڈوبتا ہے۔"

عربی میں 'فسق' کے معنی 'حد سے نکل جانے' کے ہیں۔ لیکن قرآن حکیم نے

اس لفظ کو بھی بطور اصطلاح اختیار کیا ہے۔ یہ لفظ دراصل 'تقویٰ' کی ضد ہے اور اس کا اصطلاحی مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کے احکام و اوامر اور حدود سے تجاوز کرنا اور نواہی و منکرات کو اختیار کرنا۔ ایسے تمام افعال دینی اصطلاح کی رو سے 'فسق' ہیں ـــــ آج ہمارا معاشرہ بحیثیت مجموعی فسق میں مبتلا ہے۔ اس فسق کی بدولت اسی دنیا میں جس ہلاکت خیز عذاب سے امت دوچار ہو چکی ہے، اس کا نقشہ دیکھنا ہو تو چنگیز اور ہلاکو کے ہاتھوں دولتِ عباسیہ جس المناک انجام سے دوچار ہوئی، اندلس میں دولت امویہ جس بُرے نتیجے سے عیسائیوں کے ہاتھوں دوچار ہوئی۔ برصغیر میں مغل سلطنت کو کبھی مرہٹوں، کبھی سکھوں اور بالآخر انگریزوں کے ہاتھوں جو ذلت اٹھانی پڑی، اس کی عبرتناک داستانوں کو اپنی تاریخ کے آئینے میں دیکھا جا سکتا ہے۔ پھر دور جانے کی ضرورت نہیں ماضی قریب میں پہلی جنگ عظیم کے بعد اغیار کے ہاتھوں دولت عثمانیہ کی جو درگت بنی۔ قیام پاکستان کے موقع پر ہندوستان کے متعدد شہروں بالخصوص مشرقی پنجاب میں مسلمانوں پر جو وحشیانہ مظالم ٹوٹے۔ پھر ۱۹۶۷ء میں اسرائیل جیسی مغضوب علیہم قوم کے ہاتھوں دول عرب اردن، مصر اور شام کو جس ذلت آمیز شکست اور ہزیمت سے دوچار ہونا پڑا اور مشرقی پاکستان (حال بنگلہ دیش) میں ۱۹۷۱ء میں خود مسلمانوں نے ایک دوسرے کے خون سے جو بیدریغ ہاتھ رنگے، عصمت و عفت کے جو پاکیزہ آبگینے توڑے۔ وہ تو کل کی بات ہے۔ آج بھی یہ حال ہے کہ عذاب الٰہی کے کوڑے مسلسل پیٹھوں پر برس رہے ہیں۔ لبنان میں اسرائیلی جارحیت ننگا ناچ، ناچ رہی ہے اور شیرخوار بچے، عورتیں اور بوڑھے تک اس کی بہیمیت کا شکار ہو رہے ہیں۔ ہمارے پڑوس میں ایک طرف سُرخ سامراج افغانستان کو ہڑپ کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے اور مزاحمت کرنے والے مجاہدین کا خون پانی کی طرح بہا رہا ہے۔ دوسری طرف بھارت میں مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو سے براہمنی سامراج ہولی کھیل رہا ہے۔ لیکن سبق آموزی اور عبرت پذیری کے بجائے ہم فسق میں اور دلیر ہوتے چلے جا رہے ہیں اور جو ملک اسلام کے نفاذ کے لئے قائم ہوا تھا، اس میں برملا اور اعلانیہ دین کا استہزاء ہو رہا ہے۔ اور ہماری دینی حمیت و غیرت

خوابِ غفلت میں پڑی ہے۔ ع کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟ یہ اللہ تعالیٰ کی شانِ رحیمی و حلیمی کا طفیل ہے کہ ہمارا ملک کسی دھماکہ خیز حادثہ وسانحہ سے تاحال محفوظ ہے اور وہی تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ ڈھیل کب تک دی جاتی رہے گی۔ اس کی شان تو یہ ہے کہ جس کا اظہار اس تعالیٰ نے سورۃ قلم میں ان الفاظ میں فرمایا: اِنَّ کَیۡدِیۡ مَتِیۡنٌ ___

اگر تجدد اور اباحیت پسند مغرب زدہ طبقے کو اسی طرح بے لگام چھوڑ دیا گیا تو کیا عجب کہ ان کی جسارتیں یہاں تک بڑھ جائیں کہ یہ مطالبہ بھی ہونے لگے کہ وراثت میں سے خواتین کو مردوں کے برابر حصّہ ملنا چاہیئے۔ چونکہ یہ طبقہ مساواتِ مرد و زن کے نظریئے کا علمبردار ہے لہٰذا اس کا منطقی نتیجہ ہونا چاہیئے ___ اکبر الٰہ آبادی مرحوم نے تو آج سے تقریباً ستر سال قبل انگریزی حکومت نے خود مسلمانوں کے ہاتھوں اسلامی شعائر کی دھجیاں بکھرتے دیکھ کر کہا تھا۔

گورنمنٹ کی خیر یارو مناؤ — گلے میں جو آئیں وہ تانیں اڑاؤ
کہاں ایسی آزادیاں تھیں میسّر — 'اناالحق' کہو اور پھانسی نہ پاؤ

آج اس ملک میں جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اور اس اقتدار کے دور میں جو تقریباً ساڑھے پانچ سال کے عرصے سے رات دن تمام ذرائع ابلاغ کے ذریعے اس عزم کی راگنی راگتا ہے اور جو اقتدار کو ہاتھ میں رکھنے کی وجہ جواز ہی اس عزم کو بتاتا ہے۔ اس سے بھی کہیں بڑھ کر "آزادیاں" میسّر ہیں جن کا مشاہدہ اکبر مرحوم نے انگریزی دورِ حکومت میں کیا تھا۔

ایک طرف تجدّد و اباحیت پسند اور مغرب زدہ قلیل لیکن مراعات یافتہ اور ذرائع ابلاغ پر مضبوط گرفت رکھنے والے طبقے کا یہ جارحانہ طرزِ عمل ہے کہ وہ شریعتِ اسلامی کا جھٹکا کرنے یا اس کا حلیہ مسخ کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں ___ دوسری طرف ملک میں سیکولر ذہن رکھنے والی شخصیتیں بڑے زور و شور سے چار قومیتوں کے نظریئے کا نعرہ لگا رہے ہیں اور اس کا پرچار کر رہے ہیں۔ اس طرح نظریہ پاکستان کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کے

کوششیں ہو رہی ہیں۔ تیسری طرف ملک دو اطراف سے ایسے ممالک کی زد میں ہے جن کی آنکھوں میں قیام پاکستان اول روز سے کانٹے کی طرح کھٹکتا رہتا ہے۔ مزید کہ تخریب پسند عناصر بھی ملک کے داخلی امن کو سبوتاژ کرنے کی سازشوں میں مصروف ہیں۔ چوتھی طرف محب دین اور محب پاکستان طبقات کا یہ عالم ہے کہ نہ صرف فرقوں اور پارٹیوں میں منقسم ہیں بلکہ ہر فرقہ اور سیاسی پارٹی گروپ در گروپ میں بٹی ہوئی ہے۔ قرآن حکیم نے یہودیوں کے مدینہ میں مقیم قبیلوں کے متعلق کہا تھا کہ:

تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَّ قُلُوبُهُمْ شَتّٰى ؕ (الحشر ۱۴)	"(اے اہل ایمان!) تم ان (یہودیوں) کو اکٹھا سمجھتے ہو۔ حالانکہ ان کے دل ایک دوسرے سے پھٹے ہوئے ہیں"

ان کا سیاسی نعرہ 'اسلام' ہے۔ لیکن دکھ کے ساتھ عرض کرنا پڑتا ہے کہ اس وقت یہی کیفیت ہماری دینی جماعتوں اور سیاسی پارٹیوں کی ہے ــــ اس موقع پر ہمیں خالص سیاسی پارٹیوں سے کچھ عرض نہیں کرنا۔ البتہ محب دین جماعتوں اور ملک کے تمام اہل علم و فضل دینی زعماء کی خدمت میں نہایت دردمندی اور دلسوزی کے ساتھ گذارش ہے کہ ہمارے فقہی اختلافات اور گروہ بندیوں نے پورے عالم اسلام بالخصوص پاکستان میں وحدت ملی کو پارہ پارہ کیا ہے' اس سے نظریہ پاکستان اور نفس دین کو جو ضعف پہنچ رہا ہے ـــ ہماری نوجوان تعلیمیافتہ نسل کا دین سے جو بُعد بڑھ رہا ہے اور دینی عناصر' دینی شعائر حتیٰ کہ نصوص قرآنیہ کے ساتھ جو تمسخر و استہزاء ہو رہا ہے۔ اس کے بہت سے اسباب میں سے ایک اہم سبب رجال دین کے فقہی اختلافات' تفرقہ بازی اور فروعی مسائل پر مورچہ بندی اور معرکہ آرائی بھی ہے۔ اس وقت جبکہ لادینی 'اباحیت و تجدد پسند'
ان تمام عناصر و طبقات کی جانب سے اسلام کی بنیادوں کو منہدم کرنے کی منظم مساعی اور سازشیں ہو رہی ہیں۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ارضی و سماوی عذاب کے علاوہ عذاب کی ایک یہ صورت بھی بیان فرمائی ہے کہ تمہیں گروہوں میں تقسیم کر کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کی طاقت کا مزہ چکھا دے: قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ

يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ (الانعام) — تفرقہ اور افتراق وہ مرض ہے جس سے جسد ملی تپ دق کی طرح گھلتا رہتا ہے اور قوم وملت کی قوت کو گھن لگ جاتا ہے۔ بنی اسرائیل پر قرآن حکیم میں جو فرد جرائم لگائی ہے اس میں یہ تفرقہ بھی شامل ہے۔ اسی سورۃ الانعام میں ان کے اس جرم کا ذکر بایں الفاظ کیا گیا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ۭ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ○	"جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ در گروہ بن گئے یقیناً ان سے تمہارا کچھ تعلق نہیں۔ ان کا معاملہ تو اللہ کے سپرد ہے، وہی ان کو بتائے گا جو کچھ وہ کرتے رہے تھے"

اہل ایمان کو تفرقے سے بچنے کا سورہ آل عمران کی آیت ۱۰۲ میں تاکیدی حکم آیا ہے جس سے قبل اس چیز کی جانب بھی رہنمائی فرما دی گئی جس سے اعتصام کی بدولت امتِ مسلمہ بنیان مرصوص بن سکتی ہے۔ فرمایا:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۔	"اور اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑ لو تم سب مل کر — اور تفرقہ میں نہ پڑو۔"

یہ 'حبل اللہ' کیا چیز ہے! اسے نبی اکرمؐ نے ایک طویل حدیث میں واضح فرمایا جس کے راوی ہیں حضرت علیؓ۔ اس حدیث میں قرآنِ مجید کی مدح اور عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: هُوَحَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ ۔ یہ (قرآن) ہی اللہ کی رسّی ہے۔ اسی سورہ آل عمران کی آیت ۱۰۵ میں پھر تاکید فرمائی: وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا "اور کہیں تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے" مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ "جبکہ ان کے پاس کھلی کھلی اور واضح ہدایات آگئی تھیں۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے سخت عذاب ہے"۔ دین کے دائرے میں تعبیر و رائے، افضل و مفضول اور راجح و مرجوح کا

باقی صفحہ ...

الہدیٰ

یعنی

ڈاکٹر اسرار احمد

کے

مطالعہ قرآن حکیم کے

منتخب نصاب

کے دروس جو

پاکستان ٹیلیویژن

پر اپریل ۸۱ء تا جون ۸۲ء نشر ہوئے

پاکستان ٹیلی ویژن کے ارباب حل وعقد سے مطالعۂ قرآن حکیم کے منتخب نصاب کو ٹی وی پر نشر کرنے کے لئے آغاز میں مرکزی انجمن کی جانب سے خط وکتابت ہوئی تھی۔ جس میں اس منتخب نصاب کے تمام مقامات کے مضامین کا خلاصہ بھی درج کیا گیا تھا۔ صدرِ مملکت محترم جناب محمد ضیاء الحق صاحب نے اس میں ذاتی دلچسپی بھی لی۔ نتیجۃً اس نصاب کو ہر ہفتہ ٹیلی کاسٹ کرنے کی ارباب ٹیلی ویژن کی جانب سے منظوری آگئی۔ گویا اس منظوری میں یہ مفاہمت (Understanding) آپ سے آپ شامل تھی کہ یہ پورا نصاب ٹی وی پر نشر ہوگا۔ چنانچہ ۳۰ر اپریل ۱۹۸۱ء سے ہر ہفتہ "الھُدٰی" کے ٹائٹل کے تحت اس کا آغاز ہو گیا۔

لیکن پھر یہ بوالعجبی وقوع پذیر ہوئی کہ جولائی ۱۹۸۲ء سے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو کوئی پیشگی اطلاع دیئے بغیر اچانک اس کو اس وقت بند کر دیا گیا جبکہ یہ نصاب نصف کے بقدر نشر ہوا تھا۔ اس پروگرام کو جو قبول عام حاصل ہوا، اس سے ٹی وی کے تمام ناظرین بخوبی واقف ہیں۔ اس کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ اس کو عوام سے خواص تک ہر طبقے کے لوگ بڑے ذوق وشوق سے صرف پاکستان ہی میں نہیں دیکھتے اور سُنتے تھے بلکہ بھارت (مشرقی پنجاب) میں بھی دیکھتے اور سُنتے تھے۔ اس پروگرام کی اثر پذیری، افادیت، دلنشین اسلوب بیان اور دل پذیر انداز تخاطب کا ہر طبقہ معترف تھا۔ تمام دانشوروں کی رائے تھی کہ اس طرح قرآن حکیم کی دعوت اور اس کا پیغام نہایت مؤثر انداز میں خلق خدا تک پہنچ رہا ہے۔ اور اذہان وقلوب میں نفوذ کر رہا ہے۔ لیکن شاید ٹی وی کے ارباب اختیار کو یہ بات پسند نہیں آئی کہ قرآن فہمی کا یہ پُر تاثیر پروگرام لوگوں کے اذہان و قلوب کو مسخر کرکے ان میں اسلام پر عمل پیرا ہونے کا جذبہ صادق پیدا کرنے کا ذریعہ بن جائے اس لئے انہوں نے اس کو بند کرکے لوگوں کو ایک بڑے خیر سے محروم کر دیا۔ بہر حال اس پروگرام کو چونکہ ٹیپ کر لیا گیا تھا چنانچہ اُسے کیسٹ سے منتقل کرکے میثاق میں ان شاء اللہ بالاقساط پیش کیا جائے گا۔ اس طرح منتخب نصاب کا سورہ الحجرات تک ایک خلاصہ تیار ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ العزیز (ادارہ)

لوازم نجات

سورۃ العصر کی روشنی میں

پہلی نشست

السّلام علیکم، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم - امّا بعد

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم   بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۝ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

صدق اللہ العظیم

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ -

سامعینِ کرام اور معززین ناظرین! آج ہم اللہ کے نام سے "الھُدٰی" یعنی قرآن حکیم کے ایک منتخب نصاب کا درس شروع کر رہے ہیں اس نصاب میں قرآن مجید کے جو مقامات شامل ہیں اور ان کے انتخاب میں جو امور پیش نظر رہے ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ قرآن کے جو اہم مضامین ہیں یعنی جو اس کے Main Themes ہیں ان کے ساتھ آپ کا تعارف ہو جائے - نیز قرآن حکیم کا اپنا جو مخصوص طرزِ استدلال ہے وہ بھی آپ کے سامنے آجائے - لیکن ان سے بھی بڑھ کر جو چیز پیش نظر ہے وہ یہ ہے کہ دین کا ایک صحیح اور جامع تصور سامنے آئے اور بالخصوص ہمارے جو دینی فرائض ہیں ، بحیثیتِ مسلمان ہماری جو ذمہ داریاں ہیں ان کا ایک واضح شعور اجاگر ہو جائے - یہی وجہ ہے کہ اس منتخب نصاب کا نقطۂ آغاز 'سورۃ العصر' کو قرار دیا گیا - اگرچہ بعض دوسرے اعتبارات سے

قرآن مجید کی دوسری سورتیں نہایت اہم ہیں ۔ مثلاً قرآن حکیم کے فلسفہ وحکمت کی نہایت جامع تعبیر کے اعتبار سے سُورۃ الفاتحہ ہے جسے اُمّ القرآن کہا گیا، اساس القرآن کہا گیا ۔ اسی طریقہ سے ایمانیات کے ضمن میں جو اہم ترین ایمان ہے یعنی ایمان باللہ ۔ اس کے متعلق توحید اور خلوص و اخلاص کے موضوع پر سُورۃ الاخلاص جس قدر جامع ہے وہ اس بات سے واضح ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے ثلثِ قرآن قرار دیا ہے ۔ یعنی یہ سورۃ مبارکہ ایک تہائی قرآن کے مساوی ہے ۔ لیکن اس میں بھی ظاہر ہے کہ دین کا صرف ایک پہلو سامنے آتا ہے اور وہ ہے اعتقادی ۔ اور اعتقادات میں سے بھی بالخصوص توحید ۔ لیکن سُورۃ العصر کا معاملہ یہ ہے کہ دین کے جو عملی پہلو ہیں یعنی از روئے قرآن حکیم فوز و فلاح کے جو لوازم اور شرائط ہیں، ان کے بیان میں یہ سُورۃ مبارکہ انتہائی جامع ہے ۔ لہٰذا اس منتخب نصاب کا نقطۂ آغاز سُورۃ العصر ہے ۔ آئیے اب اس سُورۃ مبارکہ کا مطالعہ شروع کریں، فرمایا :

وَالْعَصْرِ ہ زمانہ کی قسم ہے ۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ہ یقیناً تمام انسان بہت بڑے خسارے میں ہیں ۔ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۔ سوائے اُن کے جو ایمان لائے ۔ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۔ اور انہوں نے نیک کام کئے ۔ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۔ اور انہوں نے باہم ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی ۔ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ہ اور انہوں نے باہم ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی ۔ میں تمہیداً یہ بات عرض کر دوں کہ فہم قرآن کے دو درجے ہیں ۔ جن کی طرف قرآن مجید ہی میں اشارہ کیا گیا ہے ۔ ایک ہے 'تذکّر بالقرآن' ۔ قرآن حکیم کے ذریعہ نصیحت اخذ کرنا ۔ جو اس کا اصل سبق ہے وہ حاصل کر لینا ۔ دوسرا ہے 'تدبر قرآن'۔ قرآن حکیم کی حکمتوں کی گہرائیوں میں غوطہ زنی کرنا بقولِ علامہ اقبال مرحوم ؎

قرآن میں غوطہ زن ہو اے مردِ مسلماں ۔ تذکّر بالقرآن کے اعتبار سے قرآن حکیم ایک نہایت سلیس اور ایک نہایت آسان کتاب ہے ۔ سُورۃ القمر میں چار مرتبہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ (آیات: ۱۷، ۲۲، ۳۲، ۴۰) — "ہم نے اس قرآن کو ذکر کے لئے، نصیحت کے لئے سبق آموزی کے لئے بہت آسان کر دیا ہے تو ہے کوئی جو اس سے نصیحت اخذ کرنا چاہے۔؟" لیکن جہاں تک تدبرِ قرآن کا تعلق ہے وہ اتنا آسان کام نہیں ہے۔ اس کی گہرائیاں اتھاہ ہیں۔ لہٰذا اس کی گہرائیوں میں غوطہ زنی کرنے کے لئے واقعہ یہ ہے کہ انسان اپنی پوری زندگی وقف کر دے تب بھی وہ کبھی یہ محسوس نہیں کر سکے گا کہ اس نے اس کا حق ادا کر دیا ہے۔

آج پہلی نشست میں ہم اس سُورۃ العصر پر بطریقِ تذکُّر غور کریں گے اور اس کے لئے میں چاہوں گا کہ چار بنیادی باتیں اس سورہ مبارکہ کے بارے میں آپ بطور تمہید ذہن نشین فرمالیں۔

سب سے پہلی تمہیدی بات یہ کہ یہ قرآن حکیم کی مختصر ترین سورتوں میں سے ایک ہے۔ یہ کُل تین آیات پر مشتمل ہے اور اس کی بھی پہلی آیت صرف ایک لفظ پر مشتمل ہے — وَالعصر — قرآن حکیم میں تین ہی سورتیں ہیں جو تین تین آیات پر مشتمل ہیں۔ ایک یہ سُورہ مبارکہ، دوسری سورۃ الکوثر اور تیسری سُورۃ النصر — تین سے کم آیات پر کوئی سورت مشتمل نہیں ہے۔

دوسری تمہیدی بات یہ کہ نزولی ترتیب کے اعتبار سے یہ قرآن مجید کی اوّلین سُورتوں میں سے ایک ہے — نوٹ کیجئے کہ میں نے ابتک دو باتیں عرض کیں۔ پہلی یہ کہ یہ سورت قرآن حکیم کی مختصر ترین سُورتوں میں سے ایک ہے دوسری یہ کہ یہ سورت قرآن مجید کی اوّلین سورتوں میں سے ایک ہے۔ لیکن تیسری بات کے ضمن میں اپنا اسلوب بدل رہا ہوں۔

تیسری تمہیدی بات یہ ہے کہ میرے نزدیک یہ قرآن حکیم کی جامع ترین سورت ہے۔ میں نے جامع ترین سُورتوں میں سے ایک سورت نہیں کہا۔ بلکہ یہ کہا کہ یہ جامع ترین سُورت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن حکیم کا موضوع ہے انسان کی ہدایت — یہ اَلْهُدٰی، ہے انسان کے لئے رہنمائی یہ اس کا اصل مضمون ہے — بڑے فلسفے

کی کتاب ہے، نہ سائنس کی کتاب ہے، نہ تاریخ اور جغرافیہ کی کتاب ہے - بلکہ یہ کتابِ ہدایت ہے - ھُدًی لِلنَّاس ہے - اور جو رہنمائی اس میں ہے اور انسان کی کامیابی کے جس راستے کی طرف یہ رہبری کرتی ہے - اس کا خلاصہ، اس کا لُبِّ لباب نہایت جامعیت کے ساتھ اس سُورۂ مبارکہ میں موجود ہے - اس کی ایک تعبیر میں یوں بھی کیا کرتا ہوں کہ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے پورا قرآن مجید ایک درخت کے مانند ہے اور یہ چھوٹی سی سورت اُس کا بیج ہے اور جس طرح ایک بیج میں پورا درخت پنہاں ہوتا ہے، اسی طرح سُورۃ العصر میں پورا قرآن حکیم موجود ہے -

یہی وجہ ہے کہ ہم کو ایک اثر ملتا ہے کہ صحابۂ کرامؓ کو بھی اس سُورۃ مبارکہ سے ایک خصوصی شغف حاصل تھا - اس اثر کو امام طبرانیؒ اپنی معجم الاوسط میں اور امام بیہقی اپنی تالیف 'شعب الایمان' میں لاتے ہیں - جس میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں کہ:— "عن ابی مزینۃ الدارمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ: قال کان الرجلانِ من اصحابِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا التقیا لم یتفرقا حتّٰی یقرأ احدُ ھما علی الاٰخرِ سورۃ العصرِ ثُمَّ یُسَلِّمُ اَحَدُھُما علی الاٰخر"۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ "حضرت ابو مزینہ دارمیؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے دو حضرات جب باہم ملاقات کرتے تو اس وقت تک ایک، دوسرے سے جدا نہ ہوتے جب تک ان میں سے ایک دوسرے کو سورہ العصر نہ سنا لیتا - اس کے بعد ہی ان میں سے ہر ایک دوسرے کو (الوداعی) سلام کہتا"

ائمۂ اربعہ میں سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بعض اعتبارات سے بڑا اونچا مقام ہے - اس سورۃ مبارکہ کے بارے میں انکے دو قول ملتے ہیں، ایک وہ جو حافظ ابن کثیرؒ نے اس سُورت کی تفسیر کے ضمن میں نقل کیا ہے - یہ کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ: لَوْ تَدَ بَّرَ النَّاسُ ھٰذِہِ السُّوْرَۃَ لَوَ

زنی کریں تو یہ ان کی پوری رہنمائی اور کامل ہدایت کے لئے کافی ہوجائے گی"۔
دوسرا قول مفتی محمد عبدہٗ مرحوم نے اپنی تفسیر پارہ عم میں نقل کیا ہے اس کی رو سے امام شافعیؒ نے اس سورہ مبارکہ کے متعلق فرمایا کہ: "لَوْ لَمْ يُنَزَّلْ مِنَ الْقُرْآنِ سِوَاهَا لَكَفَتِ النَّاسَ"۔ اگر قرآن میں سوائے اس ایک سورت کے کچھ بھی نازل نہ ہوتا تو صرف یہ سورت ہی لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے کافی تھی۔"
— جب ہم اس سورۂ مبارکہ پر غور کریں گے تو واقعہ یہ ہے کہ انسان کے نزدیک فلاح، اس کی نجات، اس کی کامیابی اور کامرانی کے جتنے لوازم ہیں، اس کی جتنی شرائط ہیں ان کو نہایت جامعیت اور انتہائی منطقی ربط کے ساتھ اس سورۂ مبارکہ میں سمو دیا گیا ہے۔

چوتھی اور آخری تمہیدی بات یہ ہے کہ یہ سورہ مبارکہ قرآن حکیم میں "سہل ممتنع" کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ ہر زبان کے ادب میں سب سے اعلیٰ شاہ پارہ اُن کو سمجھا جاتا ہے۔ جن میں زبان آسان ہوتی ہے لیکن مضامین بلند ادا ہوتے ہیں۔ بھاری بھرکم الفاظ کے ذریعہ سے بلند مضامین کو ادا کر لینا آسان ہے لیکن سہل اور آسان زبان میں بلند اور اعلیٰ مضامین کو بیان کرنا بہت مشکل ہے چنانچہ سہل ممتنع ہونے کے اعتبار سے سورۃ العصر نقطۂ معراج پر ہے۔ اس میں کوئی لفظ مشکل نہیں آیا۔ آپ دیکھتے ہیں کہ ان تمام الفاظ سے عام اردو داں شخص بھی بخوبی واقف ہے۔ ہمارے یہاں جو کتابی اردو ہے اس میں یہ تمام الفاظ مستعمل ہیں۔ "العصر، عصر حاضر، عصر رواں، ہم عصر لوگ ہم بولتے اور سمجھتے ہیں" انسان، خسارہ، یا 'خسران'۔ ایمان، عمل، صالح، یہ تمام الفاظ بھی ہمارے یہاں معروف و مشہور ہیں۔ ان کا مفہوم اور ان کے معنی ہر معمولی پڑھا لکھا شخص بھی جانتا ہے۔ صرف ایک لفظ ہے جس کو سمجھنے میں کچھ دقت ہو سکتی ہے اور وہ "تَوَاصَوْا" ہے۔ لیکن اگر یہ معلوم ہو کہ لفظ 'وصیت' سے بنا ہے تو یہ اردو زبان ہی کا لفظ ہے۔ جس کے معنی ہیں نہایت تاکیدی نصیحت'۔ پھر 'حق' اور 'صبر' کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو ہمارے لئے نامانوس ہو۔

اب میں چاہوں گا کہ آپ حضرات اس سُورہ مُبارکہ کو اپنے سامنے بحیثیت کُل رکھیئے۔ اِس ضمن میں یہ بات پیش نظر رہے کہ اگرچہ اس کی آیات تین ۳ ہیں۔ لیکن قواعد کی رُو سے یہ ایک ہی جملہ ہے۔ ایک Sentence ہے اور اس میں نہایت سلیس انداز اور اسلوب سے ایک مضمون سامنے آ رہا ہے۔ جس کو آپ ایک Simple statement سے تعبیر کرسکتے ہیں — پہلی آیت میں ایک قسم ہے وَالْعَصْرِ۔ اب ظاہر بات ہے کہ جب تک قسم کے بعد یہ بات سامنے نہ آئے کہ قسم کس بات پر کھائی گئی تو بات پوری نہیں ہوتی — آخری آیت میں ایک استثناء (Exception) ہے: اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ استثناء کے ساتھ جب تک مستثنیٰ منہ نہ ہو کہ کون سی بات ہے جس سے استثناء کیا جا رہا ہے تو بات سمجھ میں نہیں آئے گی۔ تو جب پہلی آیت کو دوسری آیت کے ساتھ جوڑیں گے تو بات مکمل ہو گی اور تیسری آیت بھی درمیانی دوسری آیت کے ساتھ ملحق ہو گی تو تب اس کا مفہوم واضح ہو گا۔ اس اعتبار سے جملہ ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ:۔

> "زمانے کی قسم ہے کہ تمام انسان بہت بڑے خسارے میں ہیں ماسوا ان کے جو ایمان لائے۔ اور انہوں نے نیک عمل کئے اور انہوں نے باہم ایک دوسرے کو حق کی نصیحت و تلقین کی اور انہوں نے باہم ایک دوسرے کو صبر کی تاکید کی"

اس ترجمے کو ایک جملے کی حیثیت سے اپنے سامنے رکھئے اور اب میں چاہوں گا کہ چار نتائج آپ اس سے اخذ کریں۔ اور ان شاء اللہ آپ کو ایسا محسوس ہو گا جیسے وہ بالکل سامنے کی بات ہے۔

اس سے پہلا نتیجہ تو یہ سامنے آتا ہے کہ اس سُورہ مُبارکہ میں انسان کی کامیابی و ناکامی کا ایک معیار بیان ہو رہا ہے۔ اسکی اہمیت پر آپ خود غور کریں کہ انسان کی ساری بھاگ دوڑ، تگ و دو، اسکی سعی و جہد، اسکی کوشش، درحقیقت

اس کے کسی تصورِ کامیابی پر مبنی ہوتی ہے - کوئی نہ کوئی اس کے سامنے معیار (Ideal) ہوتا ہے - ہر شخص کامیابی سے ہم کنار ہونا چاہتا ہے - لیکن کامیابی کے تصورات میں فرق وتفاوت ہوگا — یہاں اس سُورۃ مبارکہ میں خسارے سے بچنے اور کامیابی وکامرانی حاصل کرنے کا ایک تصور آ رہا ہے - وہ یہ کہ خسارے سے بچنے والے صرف وہ لوگ ہیں کہ جن میں یہ چار شرطیں موجود ہوں - ایمان - عملِ صالح تواصی بالحق اور تواصی بالصبر —

دوسرا نتیجہ یہ اخذ ہوا کہ یہاں کامیابی کے اعلیٰ مراتب کا ذکر نہیں ہے بلکہ کامیابی کا جو سب سے کم سے کم یعنی Minimum درجہ ہے یا یوں کہہ لیجئے کہ جو اسکے کم سے کم لوازم ہیں، اُن کا بیان ہے - اس لئے کہ اگر مضمون یہ ہوتا کہ زمانے کی قسم ہے کہ وہ لوگ بہت اعلیٰ وارفع مراتب حاصل کریں گے جن میں یہ چار شرطیں موجود ہوں تو منطقی طور پر ایک امکان باقی رہتا کہ جن میں یہ چاروں باتیں نہ ہوں، ان کو اعلےٰ مراتب حاصل نہ ہوں - لیکن کسی درجے میں کم سے کم سطح پر کامیابی حاصل ہوسکے گی - مگر چونکہ یہاں اسلوب یہ ہے کہ : وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ لہٰذا معلوم ہوا کہ یہاں تو کامیابی کے ناگزیر لوازم کا بیان ہو رہا ہے — ایک مرتبہ میں ایک درس گاہ میں یہ مضمون بیان کر رہا تھا تو میں نے طلباء کی مناسبت سے اس کو یوں ادا کیا کہ Distin-ction یعنی امتیازی طور پر کامیابی کا بیان نہیں ہے یہ فرسٹ ڈویژن یا سیکنڈ ڈویژن کا ذکر نہیں ہے بلکہ یہاں تو کامیابی کی آخری اور بنیادی سطح یعنی Pass Percentage کا ذکر ہو رہا ہے — یہاں فوز وفلاح اور نجات وکامیابی کے ناگزیر لوازم بیان ہوئے ہیں -

تیسرا نتیجہ — اور وہ بہت اہم بات ہے — وہ یہ کہ یہاں قرآن حکیم انسان کی فلاح وکامیابی کو چار شرائط سے مشروط کر رہا ہے - ایمان، عملِ صالح،

تواصَوا بالحق اور تواصَوا بالصبر — پس معلوم ہوا کہ یہ چاروں چیزیں لازمی ہیں — اتنی مختصر سورت ! — لیکن چار شرائط کا بیان — اس سے آپ اس بات کی طرف رہنمائی ہو رہی ہے کہ ان میں سے ہر شرط اپنی جگہ ناگزیر ہے۔ ویسے بھی آپ غور کریں کہ اگر کوئی حکیم، کوئی ڈاکٹر کسی مریض کو نسخہ لکھ کر دے اور اس میں چار ادویہ تجویز کی گئی ہوں اور مریض اس میں سے ایک یا دو کو اپنی مرضی سے ساقط کر دے تو بالکل منطقی طور پر یہ بات سامنے آئے گی کہ اب یہ نسخہ اس حکیم اور ڈاکٹر کا نہیں جس نے اسے تجویز کیا تھا — اس کی ذمہ داری ان پر نہیں ہے بلکہ جس نے اس میں ترمیم کی ہے، اب اس کی ذمہ داری اُسی پر ہے۔ قرآن حکیم بلکہ بہ الفاظ صحیح اللہ تعالےٰ انسان کی کامیابی کے لئے اور خسران سے بچنے کے لئے چار شرائط بیان فرما رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ کسی کو اس کا حق نہیں ہے کہ وہ کسی ایک شرط کو بھی ساقط کر سکے۔

چوتھا اور آخری نتیجہ یہ کہ یہاں انداز و اسلوبِ بیان نہایت تاکیدی ہے۔ وقت نہیں ہے ورنہ میں آپ کو تفصیل سے بتاتا کہ عربی زبان میں تاکید کے جتنے اسلوب ممکن ہیں وہ اس سُورۃ مبارکہ میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ یہی قرآن حکیم کا اعجازِ بیان ہے کہ جس کے آگے عرب کے بڑے بڑے شعراء اور خطباء نے گھٹنے ٹیک دیئے تھے۔ کتنی چھوٹی سی سورت ہے۔ لیکن عربی زبان میں کسی بات پر زور دینے اور تاکید کے جتنے اسلوب بھی ممکن ہیں، وہ سب یہاں جمع ہو گئے ہیں — بات قسم سے شروع ہوئی۔ پھر حرفِ تاکید اِنَّ آیا۔ مزید حرفِ تاکید لام آیا۔ لَفِیْ۔ پھر خُسْرٍ نکرہ کی شکل میں آیا یہ اس کی تفخیم ہے۔ پھر یہ جملہ اسمیہ ہے جس میں تاکید زیادہ ہوتی ہے۔ الغرض جتنے بھی تاکید کے اسلوب ہیں، ان کو یہاں جمع کر دیا گیا تاکہ کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ اوّل تو یہ اللہ کا کلام ہے۔ مستند ہے ان کا فرمایا ہوا — وہ قسم نہ بھی کھاتے تب بھی اس کی ہر بات، ہر لفظ، ہر حرف اور ہر شوشہ اٹل ہے۔ لیکن ہمارے

ذہنوں کے مطابق، ہماری تفہیم کے لئے، ہمارے قلوب پر اثر ڈالنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ مبارکہ میں تاکید کے تمام اسلوب جمع فرما دیئے ہیں۔

اب میں چاہوں گا کہ جو باتیں میں نے آج کی اس نشست میں بیان کی ہیں، ان کے ضمن میں کوئی وضاحت درکار ہو تو دریافت فرمایئے، میں ان شاء اللہ وہ پیش کر دوں گا۔

اس نشست کے شرکاء کی طرف سے جو سوالات ہوئے۔ اور ڈاکٹر صاحب موصوف نے ان کے جو جوابات دیئے۔ وہ حسب ذیل ہیں:۔

سوال: ڈاکٹر صاحب! قسم کسی عظیم ترین چیز کی کھائی جاتی ہے اور اللہ سے زیادہ عظیم کوئی نہیں ہے۔صرف وہی العظیم ہے۔ تو یہاں زمانے کی قسم سے بات شروع ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔ قسم کا اصل مفاد شہادت ہوتا ہے۔ کسی چیز کو گواہی میں پیش کرنا۔ ہم جب کسی وعدے پر یا کسی بات پر اللہ کی قسم کھاتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ میری اس بات پر اللہ گواہ ہے۔ یا میرے اس قول یا وعدے پر اللہ گواہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم جب قسم کھائیں گے تو کسی عظیم ہستی کی کھائیں گے جب ہی اس میں کوئی معنی پیدا ہوں گے۔ لیکن چونکہ اللہ سے عظیم تر تو کوئی نہیں لہٰذا ہمیں تو کسی اور چیز کی قسم کھانے سے نبی اکرمؐ نے روک دیا ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں جو قسمیں کھائی ہیں۔ ان میں عظمت کا پہلو نہیں ہوتا ہے ان میں صرف شہادت کا پہلو ہوتا ہے۔ جب ہم اس کا بامحاورہ ترجمہ کریں گے۔ تو وہ ہوگا" زمانہ گواہ" ہے"۔ اور میں ان شاء اللہ العزیز اگلے ہفتے کے پروگرام میں یہ عرض کروں گا کہ اس سورہ مبارکہ میں زمانہ کی گواہی کن کن اعتبارات سے پیش کی گئی ہے۔

سوال: ڈاکٹر صاحب! جب ہم قرآن مجید کے مضامین کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ نظر آتا ہے کہ اکثر سورتوں یا آیتوں کی کوئی شانِ نزول ہوتی ہے۔ تو کیا اس

سُورت کی بھی کوئی خاص شانِ نزول ہے؟ یا یہ جامعیات میں آتی ہے؟ -
جواب : اس سُورۃ مبارکہ کی کوئی خاص شانِ نزول نہیں ہے - عام طور پر شانِ نزول ان سُورتوں یا آیتوں کی ہوتی ہے - جن میں دورِ نبویؐ کے کسی واقعہ پر تبصرہ ہوتا ہے - لہٰذا ان سُورتوں یا اُن آیات کا صحیح فہم حاصل کرنے کے لئے اُن کا جو واقعاتی پس منظر ہے اس سے بڑی مدد ملتی ہے - اسی لئے ایسے واقعات کی بالخصوص تحقیق تفتیش ہوتی ہے - لیکن اِس سُورہ مبارکہ کے متعلق تو یوں سمجھئے کہ یہ ایک آفاقی صداقت (Universal Truth) ، ایک ابدی حقیقت، ایک لازوال سچائی ہے جو یہاں بیان ہوئی ہے - اس کیلئے کسی واقعاتی پس منظر کی ضرورت ہے ہی نہیں - اس سورت میں چونکہ انسان کو اس کی ذمہ داریوں پر متنبّہ (Warn) کرنا مقصود ہے لہٰذا عمل صالح کے اندر جو کچھ مضمر ہے اُسے یہاں مزید کھول دیا گیا ہے - عمل صالح کی بعض چیزیں تو اظہر من الشمس ہیں - جیسے نیکی، خیر، خدمتِ خلق، رفاہ عام، صدقات، حسنات - ارکان اسلام (نماز زکوۃ حج روزہ) وغیرہ وغیرہ - لیکن جان لو اُسی میں تواصی بالحق بھی اور اُسی میں تواصی بالصبر بھی شامل ہے - بہرحال اس سورہ مبارکہ پر جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا آئندہ مزید گفتگو ہوگی - تو اِن شاء اللہ آئندہ نشستوں میں ہم اس سُورت کے بعض اور مضمرات کو کھول کر سمجھنے کی کوشش کریں گے -

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ -

بِاسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَآخِرَہٗ

اصلاحِ مُعاشرہ کا قرآنی تصوّر

ڈاکٹر اسرار احمد کا خطاب

(گزشتہ سے پیوستہ)

مَیں نے عرض کیا تھا انسان کے بنیادی جذبات میں دوسرا منفی جذبہ ہے۔ اور وہ خوف کا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ سب لوگ محبت کے رمز آشنا نہیں ہوتے۔ ایسے افراد بہت کم ہوتے ہیں۔ اکثر کے بارے میں یہ محاورہ بالکل راست ہو گا کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔ اور بمصداق اس کے کہ ؎ نوا را تلخ ترمے زن کہ ذوق نغمہ کمیابی۔ ہر کس و ناکس میں ذوق نغمہ نہیں ہوتا۔ تلخ نوائی کی ضرورت پڑتی ہے ۔۔۔ خشونت کی بھی، دھمکی کی بھی، وعید کی بھی ڈر کی بھی خوف کی بھی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ اور واقعہ یہی ہے کہ لوگوں کی اکثریت اسی سطح پر ہوتی ہے۔ البتہ یہ دوسری بات ہے کہ کسی معاشرے کے رُخ کو متعین کرنے والی تو وہ اقلیت ہوتی ہے جو محبّت کے رمز آشنا ہو اور اسی محبت کے مثبت جذبے سے سرشار ہو کر عمل کے میدان میں آئے۔ معاشرے کا رُخ یہی لوگ متعین کرتے ہیں۔ لیکن عوام کی عظیم اکثریت کے لیے دوسرے منفی محرک کی بھی ضرورت ہے اور وہ ہے خوف کا جذبہ ۔۔۔ اب دیکھنا چاہیے کہ دنیا میں رائج الوقت انسانی ذہن کے بنائے ہوئے نظام ہائے فکر و عمل میں اس خوف کے جذبے کو کس طرح بروئے کار لایا گیا ہے! ۔۔۔ یہ نظام ہم سب کے سامنے ہے۔ یہ تعزیرات اور قوانین ہیں یہ جیل ہے۔ یہ پولیس ہے۔ یہ ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ہیں۔ یہ عدالت ہے۔ یہ پھانسی گھر اور گیس چیمبرز ہیں۔ یہ سب کچھ کیوں ۔۔۔؟ یہ اسی خوف کے جذبے کے لیے تادیب و تعزیرات اور احتساب کے نظام کے مظاہر ہیں ACCOUNTABILITY ہے۔ AUDIT ہے۔ جواب دہی اور محاسبہ ہے۔ پوچھ گچھ ہے۔ تفتیش ہے۔ گرفتاری ہے مقدمہ ہے۔ سزا و تعزیر ہے۔ جیل اور پھانسی ہے۔ الغرض تادیب و تعزیر یہ پورا نظام

اسی خوف کے منفی جذبے کو بروئے کار اور زندہ و تازہ رکھنے ہی کے لیے ہے۔ تاکہ جو لوگ محبت کے جذبے سے سرشار ہو کر برائی اور غلط کام سے نہ رُک پائیں، ان کو غلط کاری سے باز رکھنے کے لیے خوف کے طور پر سزا کا یہ نظام موجود ہے۔ اسلام نے اس کو بھی اختیار اور EMPLOY کیا ہے — اور بڑی شدت سے کیا ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اسلام نے جس طرح اس کو استعمال کیا ہے، موجودہ دنیا اس کو اس طرح استعمال کر بھی نہیں رہی۔ یہی وجہ ہے کہ متمدن ترین ممالک میں جرائم کا معاملہ کنٹرول میں نہیں آ رہا اور بڑے سنگین اور دہشت ناک نوع کے جرائم کا ارتکاب یورپ بالخصوص امریکہ میں عام ہو رہا ہے اور ان میں کمی کے بجائے روز بروز اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جرائم کے لیے اسلام نے جو حدود و تعزیرات اور سزاؤں کے ضوابط رکھے ہیں۔ وہ بڑے شدید ہیں [1]۔ جس کے باعث جو لوگ اسلامی سزاؤں میں شدت کے اصل و اساسی فلسفہ اور حکمت کو سمجھ نہیں پاتے وہ ان کو وحشیانہ و بہیمانہ سزائیں قرار دے دیتے ہیں۔ اسلام میں سزاؤں میں شدت فاطرِ فطرت نے دراصل عبرت پذیری کے لیے رکھی ہے۔ لہٰذا ان کو درحقیقت عبرتناک سزائیں کہنا صحیح ہوگا — اور اس کی اصل حکمت یہی ہے کہ لوگ عبرت پکڑیں اور جرائم سے باز رہیں۔ ساتھ ہی اسلام چونکہ عادلانہ نظام کا علمبردار ہے لہٰذا اس میں شک کا فائدہ مُلزَم کو پہنچتا ہے۔ جس کو عام طور پر مُلزِم کہا جاتا ہے جبکہ صحیح لفظ مُلزَم ہے۔ یعنی وہ شخص جس پر الزام لگایا گیا ہو — تو یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ دنیا میں اسلام ہی وہ ضابطۂ حیات ہے جس نے دنیا کو اس اصول سے متعارف کرایا۔ کہ شک کا فائدہ مُلزَم کو ملے گا — اس ضمن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم تو اس حد تک ہے کہ "شک کا فائدہ اٹھا کر سو مجرم چھوٹ جائیں، کوئی حرج نہیں ہے لیکن کسی بے گناہ کو سزا نہ ہو جائے"۔ موجودہ دنیا میں مُلزَم کو شک کا فائدہ دینے کا جو اصول رائج ہے یہ درحقیقت ابتداءً رحمۃ للعالمین ہی کا عطا کردہ (INITIATED) ہے۔ یہ اصول بھی حضور ہی کا دیا ہوا ہے کہ جب تک

---

[1] یہی وجہ ہے کہ سعودی عرب میں جہاں شریعت کی حدود و تعزیرات جاری ہیں۔ جرائم کا تناسب تمام ممالک کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے۔

دونوں فریقوں کی بات نہ سُن لو، فیصلہ نہ کرو۔ انصاف کا تقاضا ہے کہ دونوں کو سُنا جائے اور ثبوت یا تردید اور صفائی کا فریقین کو پورا موقع دیا جائے۔ یہ اصول کس نے مرحمت کیا کہ بارِ ثبوت مدّعی پر ہے۔ مدّعیٰ علیہ پر نہیں ہے۔ اگر میں یہ کہتا ہوں کہ "یہ چیز" میری ہے تو مجھے ثابت کرنا ہوگا کہ جس چیز کی ملکیت کا دعویٰ ہے فی الحقیقت وہ میری ہے۔ جس شخص کے قبضے میں میری کوئی چیز ہے اس سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ ثابت کرے کہ وہ چیز اس کی ہے۔ اگر مدعی ایسا ثبوت یا معتبر شہادت پیش کرنے سے قاصر ہو تو زیادہ سے زیادہ مدعیٰ علیہ سے قسم لے کر مقدمہ خارج کر دیا جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ آں جناب رضؓ کی ایک زرہ چوری ہو گئی تھی جو ایک یہودی کے قبضے میں پائی گئی۔ حضرت علی رضؓ نے قاضی شریح کی عدالت میں دعویٰ دائر کیا۔ قاضی نے ثبوت طلب کیا۔ حضرت علی رضؓ نے شہادت میں اپنے صاحبزادے حضرت حسن رضؓ اور اپنے غلام قنبر کو پیش کیا۔ لیکن قاضی شریح نے اس بنیاد پر مقدمہ خارج کر دیا کہ باپ کے حق میں بیٹے کی اور آقا کے حق میں غلام کی گواہی اسلام میں قابلِ قبول نہیں ہے۔ حالانکہ ذاتی طور پر وہ جانتے تھے کہ خلیفہ وقت دامادِ نبی اور گواہ جھوٹ نہیں بول رہے۔ لیکن انصاف کے لیے جو شرائط ہیں ان کو حضرت علی رضؓ پورا نہ کر سکے۔ یہ عادلانہ بات دیکھ کر وہ یہودی مسلمان ہو گیا۔ یہ سارے اصول جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کے عطا کردہ ہیں۔ لیکن جب ملزم پر ان ساری رعائتوں کے باوصف جرم ثابت ہو جائے تو اب اس کو سزا انتہائی شدید ملنی چاہیے تاکہ ایک کو سزا ملے اور لاکھوں افراد تھرا اٹھیں اور ان کو عبرت حاصل ہو۔۔۔ قرآن مجید میں تو یہ فلسفہ قتال کے لیے بھی استعمال کیا ہے سورۂ انفال میں فرمایا:

فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِی الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ۝ (آیت ۵۷) "پس اگر (معاہدہ توڑنے والے) کفار تم کو جنگ میں مل جائیں تو ان کی ایسی خبر لو تاکہ ان کے پیچھے بیٹھے (معاہدہ توڑنے اور جنگ کی ترغیب دینے والے) لوگ حواس باختہ ہو جائیں۔" ہوتا یہ تھا کہ دعوتِ اسلامی کو کچلنے کے لیے عوام الناس کو جنگ پر آمادہ کرنے کے لیے بڑے بڑے سرداران اور چودھری پیچھے بیٹھے سازشیں کیا کرتے تھے جن میں یہودیوں کے سردار پیش پیش رہتے

تھے بلکہ اصل سازشی لوگ یہی تھے۔ دوسروں کی حیثیت تو اکثر کٹھ پتلیوں کی ہوتی تھی۔ یہود ہی ان کو ورغلاتے اور حملہ کے لیے بلاتے تھے چونکہ وہ حبِ دنیا کی وجہ سے انتہائی بزدل ہو چکے تھے۔ وہ خود کھلے میدان میں نکل کر مردانہ وار جنگ کرنے کی جرأت ہی نہیں کرتے تھے۔ ان کی اس بزدلی پر قرآن مجید میں بایں الفاظ تبصرہ کیا گیا ہے:

لَا یُقَاتِلُوْنَکُمْ جَمِیْعًا اِلَّا فِیْ قُرًی مُّحَصَّنَۃٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ط "(اے مسلمانو!) یہ یہود تم سے کبھی اکٹھے ہو کر (کھلے میدان میں) تم سے جنگ نہیں کریں گے، لڑیں گے بھی تو قلعہ بند گڑھیوں میں بیٹھ کر یا دیواروں کے پیچھے چھپ کر (محاصرہ کی صورت میں)" (الحشر) اسی لیے حکم دیا گیا اے مسلمانو! جو کفار حملہ آور ہو کر جنگ کے لیے آتے ہیں ان کی ایسی سرکوبی کرو اور درگت بناؤ کر ان کے پیچھے بیٹھے جو لوگ سازشیں کرتے رہتے ہیں ان کے ہوش ٹھکانے آجائیں اور ان کو سبق مل جائے — تو جنگ کا معاملہ بھی یہی ہے اور حدود و تعزیرات اور سزا کا معاملہ بھی یہی ہے۔ اس کو دنیا چاہے وحشیانہ سزائیں کہہ لے۔ بڑی ہی وحشیانہ سزائیں کہہ لے۔ بلاشبہ اسلام کی حدود شدید ترین ہیں۔ چونکہ ان کی حکمت عبرت پذیری اور سبق آموزی ہے پھر یہ اصول بھی رکھا گیا ہے کہ ان حدود کو بر سرِعام نافذ کیا جائے۔ چونکہ پائیدار عبرت اسی طور پر حاصل ہو سکتی ہے۔ شادی شدہ مرد و عورت کے لیے زنا کی سزا رجم (سنگ ساری کے ذریعے ہلاک کرنا) حد ہے۔ اس بات کو چھوڑ دیجیے کہ اس بات کا حکم قرآن میں ہے یا نہیں کوئی بھی انصاف پسند شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حد قرار دیا ہے اور اپنے دورِ سعید میں اس حد کو جاری فرمایا ہے۔ خلفاءِ راشدین کے عہدِ زریں میں یہ حد جاری ہوئی ہے۔ تمام ائمہ و فقہاء امت کا اس پر اجماع ہے کہ رجم حد ہے۔ اس میں کمی بیشی ہرگز نہیں کی جا سکتی۔ "تعزیرات" وہ سزائیں ہیں، جن میں حالات کے مطابق کمی بیشی کی جا سکتی ہے۔ گویا تعزیرات کا معاملہ ایک اسلامی مملکت میں لیجسلیچر (LEGISLATURE) کا میدان بھی ہے۔ یعنی قرآن و سنت کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے ان جرائم کے علاوہ جو "حدود" کے دائرے کے اندر ہیں مقننہ تعزیرات مقرر کر سکے۔ حدود میں کمی بیشی کا کوئی مجاز نہیں ہے۔ شادی شدہ کے لیے زنا کی سزا رجم "حد" ہے۔ سرقہ کی سزا قطع ید "حد" ہے۔ غیر شادی شدہ مرد و عورت کے لیے

کے ارتکاب پر سو کوڑے کی سزا "حد" ہے۔ قذف کی سزا کوڑے "حد" ہے۔ مرتد کی سزا "قتل" "حد" ہے ۔۔۔ اور حکمتِ دین یہ ہے کہ ان تمام "حدود" کا نفاذ برسرِ عام ہو۔ تاکہ معاشرہ واقعتاً ان سے عبرت پکڑ سکے اور سبق لے سکے۔

پس اسلام نے بھرپور طریقے پر حدود و تعزیرات کے ذریعے خوف کے منفی جذبے کو پیدا کرنے کا بھرپور اہتمام کیا ہے۔ لیکن اسلام دل میں جو اصل خوف قائم کرنا چاہتا ہے وہ خوف **خوفِ آخرت** ہے۔ دنیوی احتساب اور سزا سے بچنے کے اور اس خوف کے مضمحل ہونے کے بہت سے چور دروازے ہیں ۔۔۔ CORRUPTION عام ہو گئی ہے۔ پولیس ہے تو رشوت لینے والی۔ مجسٹریسی ہے تو رشوت لینے والی۔ پھر اثر و رسوخ اور سفارشات کا وسیع سلسلہ ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یہ سارے خوف DILUTE ہو گئے۔ اوّل تو جرم میں پکڑے جانا ہی محلِ نظر ہے۔ اور اگر پکڑے بھی گئے تو۔ THERE IS MANY ASLEEP BETWEEN THE CUP AND THE LIP۔ بچ نکلنے کی بہت سی شکلیں ہیں۔ رشوت ہے سفارش ہے۔ جھوٹی شہادتوں کا بندوبست ہے۔ یہ ہے اور وہ ہے۔ یہاں کبھی ہوتے تھے۔ اس میں میں نے ایک جملہ پڑھا تھا کہ:

ART. GLORY FREEDOM FAIL BUT NATURE'

STILL IS FAIR _

اسی طرح سمجھیے کہ دنیوی سارے خوف ختم ہو سکتے ہیں۔ لیکن آخرت کا حقیقی خوف دل میں ایک مرتبہ واقعی قائم ہو جائے تو کبھی ختم نہیں ہو گا۔ یہ یقین کہ ایک آنکھ ہر وقت دیکھنے والی ہے۔ اس سے چھپنا قطعی ناممکن ہے۔ ایک عدالت ہے جہاں نہ کوئی سفارش ہے، نہ رشوت ہے نہ فدیہ ہے نہ دوستی کام آنے والی ہے۔ جہاں کوئی ساتھی اور مددگار نہیں ہو گا۔ سورۂ بقرہ میں یہ بات بنی اسرائیل سے دو مرتبہ تھوڑے سے لفظی فرق کے ساتھ فرمائی۔ چھٹے رکوع میں فرمایا:

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ

لہ حد جس کی جمع حدود ہے، دینی اصطلاح میں وہ سزائیں ہیں جو قرآن و سنت نے مقرر کر دی ہیں۔ (مرتب)

شَیْئًا وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾ (آیت ۴۸)

اور ڈرو اس دن سے جب کوئی کسی کے ذرا کام نہ آئے گا۔ نہ کسی کی طرف سے سفارش قبول ہو گی۔ نہ کسی کو فدیہ لے کر چھوڑا جائے گا۔ اور نہ مجرموں کو کہیں سے مدد مل سکے گی۔

پھر آگے پندرہویں رکوع میں فرمایا:

وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ (آیت ۱۲۳)

"اور ڈرو اس دن سے جب کوئی کسی کے ذرا کام نہ آئے گا۔ نہ کسی سے فدیہ قبول کیا جائے گا۔ نہ کوئی سفارش ہی آدمی کو فائدہ دے گی اور نہ مجرموں کو کہیں سے کوئی مدد پہنچ سکے گی۔"

پھر اسی سورہ بقرہ کے چونتیسویں رکوع میں اہلِ ایمان سے خطاب فرما کر اسی بات کا اعادہ کیا گیا، فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ط (آیت ۲۵۴)

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، جو کچھ مال و متاع ہم نے تم کو بخشا ہے اس میں سے خرچ کرو قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید و فروخت ہو گی نہ دوستی کام آئے گی اور نہ سفارش چلے گی۔"

اسی مقصد کے لیے میں نے آغاز میں سورہ علق کی تین آیات کی تلاوت کی تھی:

كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤى ﴿۶﴾

اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ﴿۷﴾

اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ﴿۸﴾

ان آیاتِ مبارکہ کی ترجمانی یوں ہو گی کہ "ہرگز نہیں۔ انسان سرکشی پر، تعدی پر، عدوان پر

ظلم پر، دست درازی پر، آمادہ ہو ہی جاتا ہے۔ طغیٰ ہی سے لفظ طغیان اور طغیانی بنا ہے۔ آخر الذکر لفظ طغیانی اُردو میں کافی مستعمل ہے ع دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام۔۔ دریا اپنی حد میں ہے تو ٹھیک ہے۔ آگے نکل جائے تو یہی طُغیانی ہے ۔۔ انسان اپنے حق پر قانع رہے، اپنی حد سے آگے نہ بڑھے تو یہ ہے عدل و انصاف اور صحیح رویّہ۔۔ اب اگر اپنے حق سے تجاوز کر کے کسی دوسرے کے حق پر منہ مارا اور دست درازی کی اور اپنی حد سے تجاوز کر کے کسی دوسرے کی حد میں دخل اندازی کی۔ تو یہ طغیانی ہے لہٰذا فرمایا: كَلَّآ إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰٓ ۝ "ہرگز نہیں! انسان سرکشی اور طغیانی پر آمادہ ہو جاتا ہے"۔ کیوں؟ اس کا سبب اگلی آیت میں بیان ہوتا ہے۔ فرمایا: أَن رَّآهُ اسْتَغْنَىٰٓ ۝ "اس لیے کہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز دیکھتا ہے"۔ مطلب یہ ہوا کہ برائی اور معصیت پر یہاں پکڑ نہیں ہوتی۔ مَیں نے جھوٹ بولا تو زبان پر چھالا بھی نہیں پڑا۔ مَیں نے کسی کو دھوکہ دیا تو مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ مَیں نے حرام طریقے سے حاصل کیا ہوا مال ہڑپ کیا تو مجھے بدہضمی بھی نہیں ہوئی بلکہ وہ رچ بس گیا۔ مَیں نے ناجائز ذرائع سے دولت کمائی، خوب رشوت لی اور رشوت دے کر اپنے حق سے زیادہ حاصل کیا۔۔ کسانوں اور مزدوروں کا استحصال کیا اور اپنا STATUS بلند کیا لیکن معاشرے میں میری بدنامی ہونا تو درکنار، میری شہرت، میری وجاہت، میری عزت اور میرے وقار میں اضافہ ہی ہوا۔ لوگ مجھے جھک کر سلام کرتے ہیں ۔۔ یہ اس لیے کہ دنیا میں اخلاقی برائیوں کی پاداش کا قانون نافذ نہیں ہے۔ طبعی قانون (PHYSICAL LAW) وہ نافذ ہے۔ یہ وہ بات ہے جو انسان کو بداخلاقی پر اور سرکشی اور جائز حدود سے تجاوز کرنے پر آمادہ کر ہی لیتی ہے ۔۔ اس کا علاج کیا ہے؟ اس کو اگلی آیت میں بیان فرمایا: إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الرُّجْعَىٰٓ ۝ "یقیناً (انسان) کو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تیرے رب ہی کی طرف لوٹنا ہے"۔ یہ یقین اگر قلب میں جاگزیں ہو جائے تو طغیانی اور سرکشی کیسے ہو؟۔ یہ معلوم ہو کہ سب کھایا پیا اُگلنا پڑے گا تو انسان حرام کیسے کھائے گا؟! یہ یقین ہو کہ زندگی کے تمام اعمال کا آخرت میں محاسبہ ہو گا۔ جواب دہی کرنی ہو گی تو انسان بے نیازی کا رویّہ کیسے اختیار کرے گا؟؟۔

یہ بات اچھی طرح جان لیجئے کہ ایمان بالآخرت پر قرآن نے سب سے

زیادہ زور دیا ہے۔ ابتدائی مکی ساری سورتوں کا مرکز و محور انذار ہے۔ وہی بات کہ
نوارا تلخ تر می زن چوں ذوق نغمہ کمیابی —— تاکہ آخرت اور اس کے محاسبے کا خوف
انسان کے قلوب و اذہان میں پوری طرح جاگزیں اور ان پر مستولی ہو وہاں کی پکڑ
کا احساس اور جواب دہی کا استحضار رہے —— اسی خوف آخرت کے انذار کی کیفیت
ہی کا نقشہ مولانا حالی مرحوم نے اس شعر میں کھینچا ہے کہ ؎

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمِ ربانی "قُمْ فَاَنْذِرْ" کی تعمیل میں وحی الٰہی
پیش کی جس میں دعوتِ توحید اور دعوتِ ایمان بالرسالت کے ساتھ انذارِ آخرت پر
سب سے زیادہ زور تھا اور اس پر ایمان لانے کی پُر زور اور پُر تاثیر دعوت تھی۔ قیامتؔ
میدانِ حشر، اور احتساب کے احوال اور شدائد کا انتہائی پُر تاثیر، پُر جلال، پُر ہیبت،
اور دلوں کو لرزاں و ترساں کرنے والے بلیغ انداز میں پیش کیا گیا تھا۔ جیسے :

اَلْقَارِعَةُ ۙ مَا الْقَارِعَةُ ۚ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۗ
يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۙ
وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۗ
فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ
رَّاضِيَةٍ ۗ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ فَاُمُّهٗ
هَاوِيَةٌ ۗ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۗ نَارٌ حَامِيَةٌ ۔

"عظیم حادثہ ہے وہ۔ کیا ہے وہ عظیم حادثہ؟ تم کیا جانو کہ وہ عظیم
حادثہ کیا ہے؟ وہ دن جب لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح اور
پہاڑ رنگ برنگ کے دھنکے ہوئے اُون کی طرح ہوں گے۔ پھر جس کے
پلڑے بھاری ہوں گے وہ دلپسند عیش میں ہوگا اور جس کے
پلڑے ہلکے ہوں گے اس کی جائے قرار کھائی ہوگی اور تمہیں کیا خبر کہ
وہ کیا چیز ہے؟ بھڑکتی ہوئی آگ۔"

اور جیسے اَلْحَآقَّةُ ۙ مَا الْحَآقَّةُ ۚ اور قیامت میں نفسی نفسی کے عالم کا نقشہ
سورہ المعارج میں بایں الفاظ کھینچا گیا :

يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۙ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۙ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۚ يُبَصَّرُوْنَهُمْ ۭ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِىِٕذٍۢ بِبَنِيْهِ ۙ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۙ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـــْٔوِيْهِ ۙ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۙ كَلَّا ۭ اِنَّهَا لَظٰى ۙ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۔ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ۙ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ۔

"(وہ عذاب اس روز ہوگا) جس روز آسمان پگھلی ہوئی چاندی کی طرح ہوگا اور پہاڑ رنگ برنگ کے دھنکے ہوئے اُون جیسے ہو جائیں گے۔ اور کوئی جگری دوست اپنے جگر کے دوست کو نہ پوچھے گا۔ حالانکہ وہ ایک دوسرے کو دکھائے جائیں گے۔ مجرم چاہے گا کہ اس دن کے عذاب سے بچنے کے لیے اپنی اولاد کو، اپنی بیوی کو، اپنے بھائی کو، اپنے قریب ترین خاندان کو جو اسے پناہ دینے والا تھا، اور روئے زمین کے سب لوگوں کو فدیہ میں دے دے اور تدبیر اسے نجات دلادے، ہرگز نہیں۔ وہ تو بھڑکتی ہوئی آگ کی لپٹ ہوگی جو گوشت پوست کو چاٹ جائے گی، پکار پکار کر اپنے ربّ کی طرف بلائے گی ہر اس شخص کو جس نے حق سے منہ موڑا اور پیٹھ پھیری اور مال جمع کیا اور سینت سینت کر رکھا۔"

احوال قیامت اور اس کے شدائد و مصائب کے نقشے مختلف اسلوب سے کئی سورتوں میں کھینچے گئے۔ چند مزید سُن لیجئے۔ سورہ عَبَس کے آخر میں فرمایا:

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۙ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۙ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ۭ لِكُلِّ امْرِۍ مِّنْهُمْ يَوْمَىِٕذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ۭ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ مُّسْفِرَةٌ ۙ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۚ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۙ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۔

(آیات ۳۴ تا ۴۲)

"اُس روز آدمی اپنے بھائی، اور اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ ان میں سے ہر شخص پر اُس دن ایسا وقت آ پڑے گا کہ اسے اپنے سوا کسی کا ہوش نہ ہوگا۔ کچھ چہرے اُس روز دمک رہے ہوں گے۔ ہشاش بشاش اور خوش و خرم ہوں گے اور کچھ چہروں پر اُس روز خاک اُڑ رہی ہوگی اور کلونس چھائی ہوئی ہوگی۔ یہی کافر و فاجر لوگ ہوں گے۔"

سورہ قیامہ میں استفہامیہ انداز میں فرمایا: کیا انسان نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ یونہی سرکش اونٹ کی طرح بے محابہ چھوڑ دیا جائے گا؟ اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی ۝ اُس سے اس دنیوی زندگی کا حساب نہیں لیا جائے گا۔ اور سورہ المومنون میں فرمایا: اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۔ اس کا جواب سورہ انفطار میں بایں الفاظ دیا گیا کہ: کَلَّا بَلْ تُکَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِ ۙ وَاِنَّ عَلَیْکُمْ لَحٰفِظِیْنَ ۙ کِرَامًا کَاتِبِیْنَ ۙ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ اور سورہ قٓ میں فرمایا گیا: مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ۝ سورہ الزلزال میں یہ اصول پیش کر دیا گیا: یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۝ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ۝ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ۝

سورہ کہف میں میدانِ حشر کا نقشہ بایں الفاظ کھینچا گیا:

وَوُضِعَ الْکِتٰبُ فَتَرَی الْمُجْرِمِیْنَ مُشْفِقِیْنَ مِمَّا فِیْهِ وَیَقُوْلُوْنَ یٰوَیْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْکِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَةً وَّلَا کَبِیْرَةً اِلَّا اَحْصٰهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا یَظْلِمُ رَبُّکَ اَحَدًا۔ (آیت ۴۹)

"اور نامۂ اعمال سامنے رکھ دیا جائے گا۔ اس وقت تم دیکھو گے کہ مجرم لوگ اپنی کتاب زندگی کے اندراجات سے ڈر رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے کہ ہائے ! ہماری کم بختی، یہ کیسی کتاب ہے کہ ہماری کوئی چھوٹی بڑی حرکت ایسی نہیں رہی جو اس میں درج نہ ہو گئی ہو۔ جو

کچھ انہوں نے کیا تھا وہ سب اپنے سامنے حاضر پائیں گے اور تیرا رب
کسی پر ذرا ظلم نہ کرے گا۔"

مَیں نے صرف چند مثالیں پیش کی ہیں۔ لیکن ہُوا یہ کہ مکّہ میں ان اخبار و احوال
قیامت و آخرت اور محاسبے سے ایک ہل چل مچ گئی۔ ان کے حاشیہ خیال اور تصوّر میں یہ
بات آتی ہی نہیں تھی کہ مرنے کے بعد پھر جی اُٹھنا ہے۔ انہوں نے اس کا مختلف انداز میں مذاق
اُڑانا شروع کیا۔ اور چہ میگوئیاں شروع کر دیں۔ وہ استفہامی انداز میں اس خبر کا استہزا
کیا کرتے تھے۔ ان کی ان مختلف باتوں کا مختلف انداز میں قرآن مجید میں ذکر کیا گیا ہے۔
مثلاً سورۃ النحل میں ان کافروں کا قول نقل ہُوا: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا
كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَىِٕنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ۝ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ
وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ مشرکین وکفار
مکّہ کے تھوڑے سے فرق کے ساتھ سورہ المومنون میں ان کا یہ اعتراض نقل ہُوا: قَالُوْٓا
ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ اسی سورہ میں دہریوں
کا بھی قول نقل ہُوا۔ یہ وہ بات ہے جو تمام خدا ناآشنا قدیم و جدید فلسفوں میں
اصل الاصول کی حیثیت رکھتی ہے۔ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ
تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ۝ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا
تُوْعَدُوْنَ ۝ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا
نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ۝ "یہ (نبی) تم سے وعدہ کرتا اور تمہیں خبر دیتا ہے کہ جب
تم مر کر مٹی ہو جاؤ گے اور جب تمہاری ہڈیاں بھی گل سڑ کر رہ جائیں گی تو پھر تم کو
(قبروں سے) نکالا جائے گا؟ یہ وعدہ بعید ہے بلکہ بعید از قیاس ہے۔ زندگی کچھ نہیں ہے
مگر بس اسی دنیا کی زندگی۔ ہم یہاں خود مرتے ہیں اور خود جیتے ہیں ــ اور ہم ہرگز
اُٹھائے جانے والے نہیں ہیں ــ" سورہ الجاثیہ میں ان دہریوں کا قول ایک دوسرے
اسلوب سے نقل ہُوا: وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ
نَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ــ" اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ زندگی بس اسی ہماری
دنیا کی زندگی ہے۔ یہیں ہم خود جیتے اور خود مرتے ہیں اور گردشِ ایام کے سوا ہمیں کوئی
چیز ہلاک نہیں کرتی۔"

متعدد سورتوں میں آخرت کے بارے میں کفار و مشرکین کی کٹ حجتی کا ذکر کیا گیا

ہے۔ تین مثالیں مزید سُن لیجئے :۔ سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا : وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۝ دوسری سورہ یٰسٓ میں اپنی قدرت کے ساتھ ہی انسان کی حجت بازی کا بھی ذکر فرما دیا : اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝

قرآنِ حکیم نے ان تمام اعتراضات کے مختلف اسالیب سے نہایت مدلل اور جامع جوابات دیئے ہیں۔ اتنا موقع نہیں کہ میں مختلف سورتوں سے متعلقہ آیات پیش کروں، البتہ چند جوابات پیش کیے دیتا ہوں۔ سورۂ یٰسٓ میں وارد اعتراض کے جواب میں فرمایا، قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ط وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ۝" اے نبی ان سے کہہ دو، ان کو وہی ذات دوبارہ زندہ کرے گی جس نے ان کو پہلے پیدا کیا تھا۔" غور کیجئے کہ کتنی مسکت اور معقول دلیل ہے ۔ سورہ قٓ میں فرمایا : اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ط بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ " (لوگو! غور کرو) کیا ہم پہلی بار کی تخلیق سے عاجز تھے! مگر یہ لوگ دوبارہ کی تخلیق کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں۔" اسی سورہ قٓ میں مزید فرمایا :

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۝ يَوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ط ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ۝ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ۝ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ط ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ۔ (آیات ۴۱-۴۴)

" اور سنو! جس دن منادی کرنے والا (ہر شخص کے) قریب ہی سے پکارے گا جس دن سب لوگ آوازۂ حشر کو ٹھیک ٹھیک سُن رہے ہوں گے، وہ زمین سے مُردوں کے نکلنے کا دن ہو گا۔ ہم زندگی بخشتے ہیں، اور ہم ہی موت دیتے ہیں اور ہماری طرف ہی اس دن سب کو پلٹنا ہے جب زمین پھٹے گی اور لوگ اس کے اندر سے نکل کر تیز تیز بھاگے جا رہے ہوں گے۔ یہ حشر ہمارے لیے بہت آسان ہے۔"

سورہ الانشقاق میں فرمایا :

يَاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۚ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۙ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۗ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۙ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۙ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۗ اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۗ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۚ بَلٰٓى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ۗ (آیت ۶ تا ۱۵)

"اے انسان تو کشاں کشاں اپنے رب کی طرف چلا جا رہا ہے اور اس سے ملنے والا ہے۔ پھر جس کا نامۂ اعمال اس کے سیدھے ہاتھ میں دیا گیا، اس سے ہلکا حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے لوگوں کی طرف خوش خوش پلٹے گا۔ رہا وہ شخص جس کا نامۂ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا جائے گا تو وہ موت کو پکارے گا اور بھڑکتی ہوئی آگ میں جا پڑے گا۔ وہ اپنے گھر والوں میں مگن تھا۔ اس نے سمجھا تھا کہ اس نے کبھی پلٹنا نہیں۔ پلٹنا کیسے نہ تھا اس کا رب اس کے کرتوت دیکھ رہا تھا۔"

الغرض جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ ابتدائی مکی سورتوں کا مرکز و محور انذار ہے۔ تاکہ نیند کے ماتے جاگیں اور اُن کو معلوم ہو جائے کہ زندگی صرف یہی زندگی نہیں ہے، بلکہ مرنے کے بعد ان کو پھر زندہ کیا جائے گا اور ان کو عدالتِ خداوندی میں محاسبہ کے لیے پیش ہونا ہو گا۔ آخرت کی پیشی اور جواب دہی اور جزا و سزا کا اگر انسان کو واقعی دلی یقین حاصل ہو جائے اور ان کے قلوب و اذہان میں راسخ اور جاگزیں ہو جائے تو یہ خوف کا جذبہ دنیا میں ان کو ایک بہترین انسان دوست شخصیت بننے میں انتہائی مؤثر ثابت ہو گا۔

اسلام انسان کے قلوب و اذہان میں اللہ کی محبت کا مثبت جذبہ اور آخرت میں اللہ کی ناراضگی اور اس کی پکڑ کے خوف کا منفی جذبہ پیدا کر کے اس کی ایسی تعمیر سیرت و کردار کرتا ہے کہ ایسا انسان ایک طرف نیکی اور بھلائی کا پیکر بن جاتا ہے، دوسری طرف انسان دوستی، انسانی ہمدردی، قوم و وطن کی محبت بھی اس کے وجود میں موجود رہتی

ہے۔چنانچہ یہ نقشہ ہمیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زندگیوں اور خلافتِ راشدہ کی حکومت کے دورِ سعید میں بکمال و تمام نظر آتا ہے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ انسانوں کی اکثریت "نوا را تلخ تر می زن کہ ذوقِ نغمہ کمیابی" کے مصداق، خوف کے جذبے سے زیادہ محتاط رہتی ہے۔ اسی لیے اسلام نے اس جذبے پر نہایت زور دیا ہے اور emphasise کیا ہے۔ سورہ وَالنّٰزِعٰت میں قیامت و آخرت کے نقشے کے بارے میں فرمایا:۔

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْکُبْرٰی ۝ یَوْمَ یَتَذَکَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰی ۝ وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِمَنْ یَّرٰی ۝ فَاَمَّا مَنْ طَغٰی ۝ وَاٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ۝ فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰی ۝ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی ۝ (آیت ۳۴ تا ۴۱)

" پھر جب وہ ہنگامۂ عظیم برپا ہوگا، جس روز انسان اپنا سب کیا دھرا یاد کرے گا اور ہر دیکھنے والے کے سامنے دوزخ کھول کر رکھ دی جائے گی تو جس نے سرکشی کی تھی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تھی، دوزخ ہی اس کا ٹھکانا ہوگی اور جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا اور نفس کو بُری خواہشات سے باز رکھا تھا، جنت اس کا ٹھکانا ہوگی۔

" جب وہ بڑی آفت یعنی قیامت و آخرت کی گھڑی آئے گی، جس روز انسان اپنا سب کیا دھرا یاد کرے گا اور ہر دیکھنے والے کے سامنے دوزخ نمایاں کر کے رکھ دی جائے گی تو جس انسان نے" دنیا کی زندگی میں سرکشی کی تھی، اپنی حدود سے تجاوز کیا تھا اور جس نے دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تھی اور علائق و اسبابِ زندگی کی محبتوں ہی کے پیچھے لگا رہا تھا تو ایسے خود غرض و خود پرست کے لیے دوزخ ہی ٹھکانا ہوگی۔ اور جس نے دل میں اپنے رب، اپنے مالک، اپنے آقا کے سامنے کھڑے ہو کر جواب دہی اور محاسبے کا خوف کیا تھا اور نفس کو ضبط میں رکھا تھا۔ اس کو نفسانی خواہشات سے روکے رکھا تھا تو ایسے شخص کا ٹھکانا جنت ہوگا"۔ غور

کیجیے کہ یہاں وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی۔ خوف کے منفی جذبے کو کتنے مؤثر طریق پر نمایاں کیا گیا ہے۔ اللہ کی عدالت میں کھڑے ہونے کے خوف سے لرزاں و ترساں رہنا ہی انسان کو ہر بُرائی اور بدی سے روکنے میں نہایت مؤثر کردار ادا کرتا ہے۔ یہ وہی "کھڑا ہونا" ہے جس کی حدیث شریف میں تشریح و تفسیر بایں الفاظ کی گئی ہے:

لن تزدل قدم ابن آدم حتی یُسئَل عن خمسٍ
عن عمرہٖ فیما افنیٰ وعن شبابہٖ فیما اَبلٰی
وعن مالہٖ مِنْ اینَ اکتسبہٗ وفیما اَنفقہٗ
وعمّا عَمِلَ فیما علِمَ۔

آخرت میں کوئی انسان اللہ کی عدالت کے کٹہرے سے ہل نہ سکے گا جب تک اس سے پانچ چیزوں کا حساب نہ لے لیا جائے۔ (۱) یہ کہ حساب دو کہ عمر کہاں گنوائی؟ ہم نے تم کو ستر، اسی برس دیئے تھے، وہ کہاں گنوائے؟ (۲) بتاؤ کہ جوانی کا دور" جوانی کی راتیں اور مرادوں کے دن" خاص طور پر وہ کس حال میں بسر ہُوا تھا؟ اس کا حساب دو۔ (۳) یہ بتاؤ کہ مال کہاں سے کمایا تھا۔ حلال سے یا حرام سے؟ اس کا پورا حساب دو۔ اور (۴) یہ بتاؤ کہ یہ مال خرچ کہاں کیا تھا؟ ادائے حقوق میں یا اللّوں تلّلوں میں، اور عیاشی و بدمعاشی میں۔ اس کا بھی پورا حساب دو۔ اور (۵) جو علم تم کو حاصل ہُوا تھا اس پر تم نے کتنا عمل کیا؟ اس کا حساب بھی دو" ان پانچ باتوں کے حساب کتاب کے بغیر ابنِ آدم کے قدم عدالتِ اُخروی سے جنبش نہ کر سکیں گے۔

ایک دوسری حدیث بھی سُن لیجیے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

من جعل الھموم ھمًا واحدًا ھمّ آخرتہٖ
کفاہ اللہ ھمّ دنیاہ (جو اپنے تمام غموں کو ایک غم بنا لے یعنی آخرت کا غم تو اللہ تعالےٰ اس کے دنیا کے غم کے لیے کافی ہو جائے گا۔)

اب ان دونوں احادیث کی روشنی میں ان آیات کو پھر غور سے سُنیے: وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی۔ فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰی۔ "جو شخص اپنے رب کے حضور میں جواب دہی کے احساس و یقین سے لرزاں و

ترساں رہا اور اس نے اپنے نفس کی خواہشات کی باگوں کو کھینچ کر رکھا۔ پس ایسے شخص کا ٹھکانا جنت ہو گا۔" یہ ہے وہ آخرت کے محاسبے کے خوف کا جذبہ۔ ایک مثبت جذبہ محبت الٰہی کا اور دوسرا منفی جذبہ آخرت کے خوف کا۔ تعمیر کردار اور سیرت سازی کے لیے یہ دونوں اساسات انسانیت کے لیے فراہم کی ہیں۔ جس کا لُبِّ لباب اور حاصلِ کلام کیا نکلا؟ یہ کہ **اصلاحِ معاشرہ** کے لیے اصل اساس ایمان ہے۔ اور اس کی کامیابی کی اصل راہ **تجدید ایمان** کی سعی و جہد ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ تجدید ایمان کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا جائے۔ ! تو اس وقت موقع نہیں ہے کہ اس موضوع پر تفصیل گفتگو کی جائے۔ اس موضوع پر قرآنِ حکیم کے مطالعے کے لیے مرتب کردہ منتخب نصاب میں بھی کئی مقامات کے ذیل میں تفصیل سے بحث ہوتی رہی ہے۔ اجتماعاتِ جمعہ اور دوسری تقریروں میں بھی میں اپنی استعداد کے مطابق گاہ بگاہ اس موضوع پر تفصیل گفتگو کرتا رہا ہوں۔ میں اس وقت اختصار کے ساتھ ان باتوں کا اعادہ کروں گا تاکہ بات پوری ہو جائے اور ان کی کسی درجے میں تذکیر بھی۔

ایمان کا منبع اور سرچشمہ **قرآن حکیم**[1] ہے۔ یا اصحابِ یقین کی صحبت ہے۔ یعنی ان لوگوں کی صحبت، جن کے اذہان سے قرآن حکیم ان کے قلوب میں اتر چکا ہو۔ علامہ اقبالؒ کے ان اشعار کے مصداق:

ے ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب ... گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشاف
اور ے جز بہ قرآں ضیغمی روباہی است ... فقرِ قرآں اصل شاہنشاہی است
فقرِ قرآں؟ اختلاطِ ذکر و فکر ... فکر را کامل ندیدن جز بہ ذکر
اور ے ذکر؟ ذوق و شوق را دادن ادب ... کارِ جاں است ایں نہ کارِ کام و لب[2] ے

یہ اصحاب یقین آسمان سے نہیں اترتے اور نہ اتریں گے۔ یہ وجود میں آئے ہیں، اور آئیں گے۔ صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی نازل کردہ کتابِ مبین، یعنی قرآنِ حکیم سے۔

---

[1] وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دکانِ فلسفہ سے
ڈھونڈے سے ملے گی عاقل کو یہ قرآں کے سیپاروں میں

اگر قرآن مجید کا اذہان و قلوب میں نفوذ ہو رہا ہو — میں نے یہاں جان بُوجھ کر لفظ تعلیم استعمال نہیں کیا — لفظِ نشر و اشاعت استعمال نہیں کیا۔ ان کی اپنی جگہ اہمیت ہے اور بہت بڑی اہمیت — لیکن فی الوقت جس چیز کی اصل اہمیت اور ضرورت ہے، وہ ہے قرآنِ حکیم کے اذہان و قلوب میں نفوذ کی۔ اگر علمِ قرآن اور اشاعتِ قرآن کا سیلاب بھی آیا ہو اور وہ سروں کے اوپر اوپر سے جا رہا ہو تو تعمیرِ سیرت نہیں ہوگی۔ وہی حقیقت کہ ؎ ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب — ضمیر کسے کہتے ہیں باطن میں چھپی ہوئی حقیقت کو — اس لفظ کو قلبِ حساس اور نفسِ لوامت گر کا ہم معنی اور مترادف سمجھیے — تو جب تک انسان کے باطن میں قرآنِ حکیم سرایت نہ کرے اور قلب میں اس کا نفوذ نہ ہو۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق کردار سازی ممکن ہی نہیں ہے۔ اس بات کو علامہ اقبال نے اس طرح بھی ادا کیا ہے:۔

چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود ‏ جاں چوں دیگر شُد جہاں دیگر شود

یہ کلامِ الٰہی، یہ قرآنِ حکیم جب کسی کے باطن میں اُتر جاتا ہے تو اس کے اندر ایک انقلاب آجاتا ہے اور اس طرح ایک مکمل طور پر تبدیل شدہ شخصیت وجود میں آجاتی ہے اور یہی اندر کا انقلاب ہے جو ایک عالمگیر انقلاب کا پیش خیمہ بنتا ہے — اگر حکومت فی الواقع اور سنجیدگی کے ساتھ اصلاحِ معاشرہ کے لیے کچھ کرنا چاہتی ہے تو اس کے لیے دو کام کرنے ضروری ہیں جو میں آگے بیان کروں گا۔ یہ احتساب، یہ تعزیرات اور یہ قاضی کورٹس۔ یہ اپنی جگہ کسی حد تک ضروری اور مفید

—— بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴ ——

؎ (ان اشعار کا ترجمہ): قرآن کے بغیر شیر بھی گیدڑ بن جاتا ہے اور اصل بادشاہی قرآن کے تعلیم کردہ فقر میں ہے۔ جانتے ہو قرآن کا فقر کیا ہے؟ یہ ذکر اور فکر دونوں کے جمع ہونے سے وجود میں آتا ہے اور حقیقت یہی ہے کہ بغیر ذکر کے فکر کامل نہیں ہو سکتا۔ (لیکن یہ بھی جان لو کہ ذکر کی حقیقت کیا ہے؟) ذکر اصل میں ذوق و شوق کو صحیح راہ پر ڈالنے کا نام ہے۔ یہ محض زبان اور ہونٹوں کا وظیفہ نہیں بلکہ کامل وجود اور پوری ہستی کے ساتھ کرنے کا کام ہے — (مُرتّب)

ہیں۔ مَیں ان کی نفی نہیں کر رہا۔ ان چیزوں کے بارے میں تو آغاز ہی میں عرض کر چکا ہوں کہ ان کی بھی ضرورت ہے اور یہ درمیانے درجے کی اشیاء بھی ہیں۔ اسی سے تو آج کی گفتگو شروع ہوئی تھی اور مَیں نے عرض کیا تھا کہ اصلاحِ معاشرہ کے عمل کا ایک سر ہے اور ایک پیر ہے اور ایک درمیانی دھڑ ہے ۔۔ اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے وہ صرف درمیانی دھڑ کی کچھ باتیں ہیں۔ نہ سر کی بات ہے نہ پَیر کی۔ اس کا سر یہ ہے کہ معاشرے میں بحیثیت مجموعی ایک عادلانہ و منصفانہ نظام قائم ہو۔ پھر تعمیرِ اخلاق و کردار کے لیے محبت الٰہی، محبت رسول ؐ اور محبت جہاد فی سبیل اللہ کی DYNAMIC مثبت محبتیں افرادِ قوم میں پیدا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے اور اس کا پَیر یہ ہے کہ آخرت کے محاسبے اور جواب دہی اور سزاء اُخروی کا منفی جذبہ لوگوں کے اذہان و قلوب میں اُتارا جائے اور HAMMER کیا جائے۔ ٹھیک ہے کہ احتساب کا بھی، قانون و تعزیر کا بھی، جیل کا بھی، کوڑوں اور پھانسی کا بھی خوف اپنی جگہ رہے، اس کی ہرگز نفی نہیں ہے لیکن اصل خوف آخرت کا خوف ہی مؤثر ترین خوف ہے ۔۔ اور یہ مثبت اور منفی جذبات لوگوں کے ذہنوں میں، ان کے قلوب میں سرایت کرانے کا کوئی معقول و مؤثر سلسلہ ہو تو کامیابی ہوگی ۔۔ مَیں نے عرض کیا تھا کہ اگر واقعی اصلاحِ معاشرہ کے لیے حکومت کچھ ٹھوس اور نتیجہ خیز کام کرنا چاہتی ہے تو اس کے لیے دو کام کرنے ضروری ہیں۔ اب مَیں اس کے بارے میں کچھ عرض کروں گا۔

حکومت کے پاس دو سلسلے ایسے ہیں جن سے یہ کام بہ احسن وجوہ اور بخوبی سرانجام دیا جا سکتا ہے۔ پہلا نظامِ تعلیم اور دوسرا ذرائع ابلاغ ۔۔ نظامِ تعلیم کے متعلق یہ بات جان لیجئے کہ جب تک پورے نظامِ تعلیم میں پرائمری سے لے کر یونیورسٹی کی سطح پر اعلیٰ تعلیم کے نصاب تک قرآن مجید سمویا ہوا نہیں ہوگا کوئی مفید نتیجہ ہرگز برآمد نہیں ہوگا۔ محض اسلامیات کا ایک ضمیمہ (APPENDIX) لگانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اس کا تجربہ ہمیں پینتیس سال میں خوب ہوگیا ہے ۔۔ اور ذرائع ابلاغ میں بھی اگر آپ گن کر یہ بتادیں کہ ہفتے میں ہم نے اتنے گھنٹے مذہبی پروگراموں کے لیے رکھے ہوئے ہیں تو اس سے ہرگز کوئی بات نہیں بنے گی۔ اصلاح کا عمل اُس وقت تک جاری نہیں ہو سکے گا جب تک قرآنِ حکیم کا حقیقی فہم لوگوں کے باطن میں سرایت کرنے

کی صحیح، معقول اور مؤثر منصوبہ بندی نہ کی جائے۔ اگر ذرائع ابلاغ انتشارِ فکری، اباحیت، لذت کوشی اور سرود و تفریح کا باعث بن رہے ہوں اور جملہ پروگراموں میں قوالیوں اور نعتوں کے اوقات (HOUVERS) جمع کر کے یہ مغالطہ دے دیا جاتا ہو کہ ہمارے ہفتہ وار پروگراموں میں اتنا وقت مذہبی حصے کے لیے مختص ہے۔ پھر دوسرے ایسے پروگرام بھی کثرت سے شامل ہوں جن سے جو کچھ برائے نام اور تبرکاً مذہبی پروگرام رکھے جاتے ہیں ان کا بالفرض کچھ اثر مترتب ہوتا بھی ہو تو وہ بھی WASH OUT ہو جائے۔ لہٰذا سوال یہ ہے کہ ایسے نام نہاد مذہبی پروگراموں کا معاشرے میں کیا واقعتاً کوئی اثر باقی رہے گا۔؟ ہر سلیم العقل اس کا جواب نفی پر دینے پر مجبور ہے۔ لہٰذا میں عرض کروں گا کہ اس اعتبار سے جائزہ لیجئے۔ جانچئے اور پرکھیے۔ اور دیکھیے کہ کیا حقیقتاً ہمارے ذرائع ابلاغ لوگوں کے اذہان و قلوب میں قرآن حکیم کی انقلابی دعوت، اس کا انقلابی پیغام، اصلاحِ معاشرہ اور تعمیرِ سیرت و کردار کے لیے اس کی عطا کردہ محبتِ الٰہی، محبتِ رسول اور محبتِ جہاد فی سبیل اللہ کی مثبت جذبے کی اساسات اور خوفِ آخرت اور خوفِ محاسبۂ اُخروی کے منفی جذبے کی بنیادیں قائم کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں یا نہیں! اگر یہ کام ہو رہا ہے تو ٹھیک ہے لیکن میں انتہائی دُکھ اور رنج کے ساتھ عرض کروں گا کہ یہ دونوں چیزیں یعنی نظامِ تعلیم اور ذرائع ابلاغ کا ISLAMAISATION تاحال مفقود کے درجے ہی میں نہیں ہے بلکہ اخلاق اور سیرت و کردار کی تعمیر کے لیے قرآن حکیم کی DYNAMIC اساسات و تعلیمات کو اختیار کرنے کے بجائے یہ دونوں وسائل تخریب کے کام میں مصروف ہیں اور ہماری نوجوان نسل سے لے کر عوام الناس تک سب کو خدا ناآشنا تہذیب اور اس کی اقدار نیز لذت کوشی، دنیا اور مادہ پرستی کی طرف کشاں کشاں لیے جا رہے ہیں اور ہمارے عوام و خواص میں الّا ماشاء اللہ یہ نظریہ پروان چڑھ رہا ہے اور روز بروز نشو و نما پا رہا ہے کہ: بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست۔

اِنّا للہ و انّا الیہ راجعون ۔۔ اِن شاء اللہ العزیز اس موضوع پر آئندہ جمعہ کو بھی گفتگو جاری رہے گی۔

وما توفیقی الّا باللہ۔

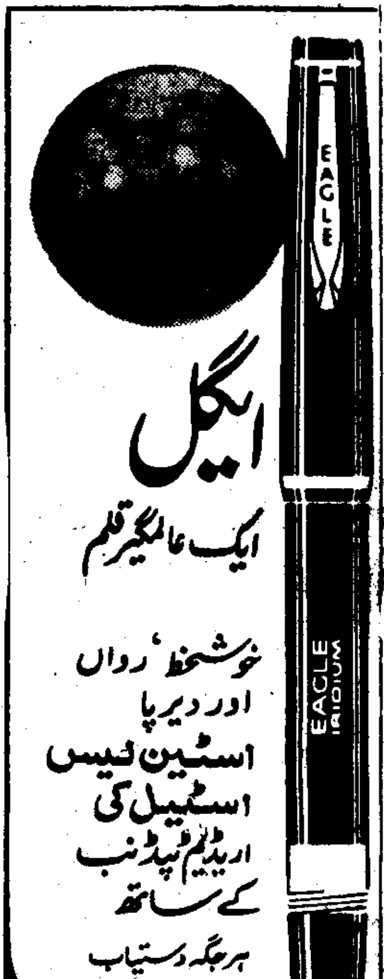

إِنْ شَاءَ اللّٰهُ الْعَزِيز

۱۶ اپریل بروز بدھ بعد نمازِ مغرب

جناح (ٹاؤن ہال) میں

مرکزی

انجمن خدام القرآن لاہور

کا

گیارہواں سالانہ اجلاس

منعقد ہوگا

جس میں

انجمن کی سالانہ رپورٹ پیش کیجائیگی اور

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب

صدر مؤسس انجمن خدام القرآن لاہور

خطاب فرمائیں گے۔

مرکزی انجمن کے جملہ وابستگان کے علاوہ دیگر حضرات کو بھی شرکت کی عام دعوت ہے۔

المعلن:

ناظم اعلیٰ، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

الحمدللہ کہ

ڈاکٹر اسرار احمد

کی معرکتہ الآراء تالیف

تحریکِ جماعتِ اسلامی

ایک تحقیقی مطالعہ

کا دوسرا ایڈیشن زیرِ طبع ہے

اور جلد ہی قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ جائے گا۔ اس کے لئے جو دیباچہ ڈاکٹر صاحب نے حال ہی میں تحریر کیا ہے وہ درج ذیل کیا جا رہا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ طبعِ دوم

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن اپریل ۱۹۶۶ء میں میرے ذاتی اشاعتی ادارے 'دارالاشاعت الاسلامیہ' کے تحت شائع ہوا تھا۔ کئی سال سے یہ بالکل نایاب تھی۔ لگ بھگ سترہ سال بعد اس کا یہ دوسرا ایڈیشن 'مرکزی مکتبہ تنظیمِ اسلامی' کے زیرِ اہتمام پیشِ خدمت ہے۔

ان سترہ سالوں کے دوران یقیناً بہت سا پانی وقت کے دریا میں بہہ چکا ہے اور حالات بہت کچھ بدل گئے ہیں - یہاں تک کہ بعض شخصیتیں اور جماعتیں تو ماضی کے دھندلکوں میں بالکل ہی گم ہو چکی ہیں اور جو باقی ہیں ان میں سے بھی بہتوں کا معاملہ یہ ہے کہ ع

"کہ پہچانی ہوئی صورت بھی پہچانی نہیں جاتی !"

تاہم اس کتاب کا موضوع تا حال زندہ ہے - اس لئے کہ یہ برّصغیر پاک و ہند کی بیسویں صدی عیسوی کی جس اہم دینی تحریک کے "تحقیقی مطالعہ" پر مشتمل ہے اُس کے کم از کم قدیم نام کے تسلسل کے ساتھ ایک نیم مذہبی اور نیم سیاسی جماعت پاکستان میں اور ایک نیم مذہبی اور نیم سماجی جماعت ہندوستان میں موجود ہے - اور یہ سوال دین اور تاریخ دونوں سے دلچسپی رکھنے والے لوگوں کے لئے اہمیت کا حامل ہے کہ تقریباً نصف صدی پیشتر شروع ہونے والی اس اسلامی تحریک کے ساتھ جس کا ابتدائی انداز بڑا 'انقلابی' تھا کیا حادثہ پیش آیا کہ بظاہر ایک مضبوط تنظیم اور لاتعداد مخلص کارکنوں کی مخلصانہ مساعی کے باوجود وہ روز بروز منزل سے دُور سے دُور تر ہوتی چلی جا رہی ہے اور اندیشہ ہے کہ رفتہ رفتہ محض ایک مذہبی فرقے کی شکل اختیار کر لے ؟ —— آیا اس کا آغاز ہی غلط تھا اور صورت وہ تھی کہ ع "مری تعمیر میں مضمر تھی اک صورت خرابی کی !" یا یہ بعد میں کوئی غلط موڑ مڑ گئی ؟ —— اگر پہلی بات ہے تو تشخیص ہونی چاہیئے کہ ابتدائی نظریات و تصورات میں کیا کجی یا خامی تھی اور اگر دوسری بات ہے تو تعیین ہونی چاہیئے کہ وہ غلط موڑ کس مرحلے پر مڑا گیا !

کسی دوسرے شخص کے لئے یہ معاملہ محض علمی دلچسپی کا بھی ہو سکتا ہے لیکن میرے لئے اس کی اہمیت واقعی اور عملی ہے - اس لئے کہ میں نے نہ کبھی پہلے اس اعتراف میں کوئی جھجک محسوس کی نہ آج کوئی عار محسوس کرتا ہوں کہ میرے قلب

وذہن پر اس تحریک نے نہایت گہرے اور لازوال نقوش چھوڑے ہیں - چنانچہ میں نے نہ صرف یہ کہ اپنی جوانی کے دس سال اس تحریک کے ساتھ بھرپور وابستگی کے نذر کئے تھے، بقولِ شاعر

ے "یہ اور بات کہ تم پر نثار کر دی ہے
عــزیز اپنی جوانی کسے نہیں ہوتی !!

بلکہ اس سے تنظیمی تعلّق کے انقطاع پر رُبع صدی سے زائد عرصہ گذر جانے کے باوجود تا حال صورت یہ ہے کہ ے

تخم جس کا تو ہماری کشتِ جاں میں بو گئی
شرکتِ غم سے وہ الفت اور محکم ہو گئی !

چنانچہ اس وقت راقم جو کچھ کر رہا ہے اور جس دعوت کو لے کر کھڑا ہوا ہے اُس کے ذہنی و فکری پس منظر کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے اس کے رفقاء و احباب، ناقدین و مبصّرین اور مخالفین و معاندین سب کے لئے اس تحریک کے بارے میں اُس کی رائے کو جاننا اور سمجھنا لازمی ولابدی ہے -

---

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی مرحُوم و مغفور کے پیش کردہ تصوّرِ دین و مطالبات دین پر ایک نہایت اہم اور اساسی اور نہایت مدلّل اور زوردار تنقید جماعتِ اسلامی ہند سے علٰحدہ ہونے والی ایک معروف شخصیت جناب وحید الدین خاں (حال مدیر الرسالہ، دہلی) کی تالیف "تعبیر کی غلطی" کی صُورت میں پیشِ نظر کتاب کے طبعِ اوّل کے تقریبًا ساتھ ہی منصہ شہود پر آئی تھی اور ایک نسبتًا نرم تنقید تقریبًا تین سال قبل مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کی تالیف "عصرِ حاضر میں دین کی تفہیم و تشریح" کی صورت میں سامنے آئی ہے ـــــ ان سطور کے راقم نے بھی اس موضوع پر اپنے ایک کتابچے "اسلام کی نشأۃ ثانیہ: کرنے کا اصل کام" میں "تعبیر کی کوتاہی" کے عنوان سے اظہار رائے کیا ہے -

لیکن پیشِ نظر کتابچے کے بارے میں یہ واضح رہنا چاہیئے کہ اس کا اصل موضوع

یہ نہیں ہے بلکہ اس میں 'تحریکِ جماعتِ اسلامی' کا امکانی حد تک معروضی مطالعہ اس نقطۂ نگاہ سے کیا گیا ہے کہ ۱۹۴۱ء میں اس تحریک کے آغاز کے وقت اس کے اصول و مبادی کیا تھے اور پھر ۱۹۴۷ء میں اس کا جزوِ اعظم یعنی جماعتِ اسلامی پاکستان کیا غلط موڑ مڑ گئی جس کے باعث وہ پاکستانی سیاست کی بھول بھلیوں میں اس طرح گم ہو کر رہ گئی کہ اُس کے قدیم متوسلین کی عظیم اکثریت حیران و پریشان ہے کہ

کونسی وادی میں ہے کونسی منزل میں ہے
عشقِ بلاخیز کا قافلۂ سخت جاں!

ہو سکتا ہے کہ بعض حضرات کو تحریکِ جماعتِ اسلامی کے دورِ اوّل کے بارے میں جو رائے اس کتاب میں ظاہر ہوتی ہے اور بیسویں صدی عیسوی کی احیائی تحریکوں کے تصوّرِ دین کے ضمن میں جو رائے 'تعبیر کی کوتاہی' کے عنوان سے 'اسلام کی نشأۃِ ثانیہ' میں سامنے آئی ہے اُن میں کچھ فرق و تفاوت بلکہ تضاد نظر آتے ـــــ اس لئے یہ وضاحت بے محل نہ ہو گی کہ دین کے دو پہلو ہیں: ایک ظاہری اور خارجی اور دوسرا داخلی و باطنی ـــــ مقدم الذکر کی جامع تعبیر اسلام ہے اور مؤخر الذکر کا جامع عنوان 'ایمان' ـــــ اسلام کا آغاز "اقرارٌ باللسان" یعنی کلمۂ شہادت سے ہوتا ہے اور اُس کی اساس پر اوّلاً عبادات و معاملات کے ایک مکمل نظام کی وسیع و عریض عمارت وجود میں آتی ہے اور پھر شہادت علی النّاس اور اقامت و اظہارِ دینِ حق کی بالائی منزلیں تعمیر ہوتی ہیں جن کے لئے دعوت و حرکت اور سعی و جہد کا جامع عنوان ہے 'جہاد فی سبیل اللہ' ـــــ دوسری طرف ایمان کا نقطۂ آغاز "تصدیقٌ بالقلب" ہے اور اس کی جڑیں انسان کے باطن کی گہرائیوں میں اترتی ہیں تو تدریجاً علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین تک رسائی حاصل ہوتی ہے اور نتیجۃً صبر و توکل، تسلیم و رضا، تضرّع و اخبات، تفویض الامر الی اللہ اور محبّتِ الٰہی کے سوز و گداز کی کیفیات پیدا ہوتی ہیں ـــــ مولانا مودودی مرحوم کی تصانیف میں جہاں تک دین کے مقدم الذکر پہلو کی تشریح و توضیح کا تعلق ہے وہ میری رائے

میں نہایت جامع بھی ہے اور بحیثیتِ مجموعی صحیح اور درست بھی اور اُسی کا مظہر ہے تحریکِ جماعتِ اسلامی کا دورِ اوّل اور اس کے اصول و مبادی، البتہ جہاں تک مؤخرالذکر پہلو کا تعلّق ہے اُس کے ضمن میں افسوس ناک حد تک کمی اور کوتاہی پائی جاتی ہے جس کے باعث یہ تحریک مجموعی مزاج اور عمومی نتائج کے اعتبار سے 'دینی' سے زیادہ 'دنیوی' بن کر رہ گئی ـــــ اور راقم کے نزدیک اب دعوتِ دین اور حرکتِ اسلامی کے میدان میں 'کرنے کا اصل کام' یہ ہے کہ دین کے خارجی تصورات اور تقاضوں کی جامعیت اور ہمہ گیریت کو برقرار رکھتے ہوئے اُس داخلی و باطنی عنصر کی کمی کی تلافی کی کوشش کی جائے نہ یہ کہ توجہات کو باطنی پہلوؤں پر اس طور سے مرتکز کر دیا جائے کہ دین اور اس کے تقاضوں اور مطالبوں کا تصوّر محدود ہو کر دُنیا کے مروّجہ مذہبی تصوّرات کی شکل اختیار کر لے!! اور اس طرح افراط کی جگہ تفریط کی صورت پیدا ہو جائے۔ اعاذنا اللّٰہ من ذالك!!

اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن بغیر کسی تبدیلی کے بالکل جوں کا توں پیش کیا جا رہا ہے۔ صرف ایک مقام پر ایک لفظی تبدیلی کی گئی ہے اور وہ ہے صفحہ ۲۱۶ کی سطر ۱۳ میں جہاں قوسین میں پہلے ایڈیشن کے "حُبِّ عاجلہ" کو "عجلت پسندی" سے بدل دیا گیا ہے۔ یہ ایک تسامح تھا جس کی جانب ماہنامہ 'زندگی' (رامپور۔ بھارت) کے مدیر جناب عروج قادری نے توجہ دلائی تھی جس کے لئے راقم انکا ممنون ہے۔

اس کتاب کا دیباچہ طبع اوّل (صفحہ ۵ تا ۲۴) آج سے سترہ سال قبل کا تحریر شدہ ہے اور بقیہ پوری کتاب اس بیان پر مشتمل ہے جو اس سے بھی دس سال قبل ۱۹۵۶ء میں ضبطِ تحریر میں آیا تھا جبکہ میری عمر کل چوبیس برس تھی ـــــ زبان و ادب کے میدان کا شہسوار ہونے کا تو راقم اب بھی مدّعی نہیں ہے تاہم اس وقت تو بالکل گھٹنوں چلنے والی بات تھی۔ چنانچہ لغت اور انشاء دونوں کی بے شمار غلطیاں اس

میں موجود ہیں، بایں ہمہ چونکہ اب اس تحریر کی حیثیت ایک تاریخی دستاویز کی ہے لہٰذا اس میں کوئی اصلاح نہیں کی گئی۔

آخر میں ایک وضاحت ضروری ہے اور وہ یہ کہ اس کتاب کے صفحات ۱۸۸ تا ۱۹۳ میں ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے ضمن میں جو بحث آئی ہے اس میں ایک تو اصلاً قادیانی مسئلے میں جماعتِ اسلامی پاکستان کا اس وقت کا طرزِ عمل زیرِ بحث آیا ہے، نہ کہ اصل مسئلہ قادیانیت اور دوسرے اُس سے یہ مغالطہ پیدا ہو سکتا ہے کہ شاید راقم کے نزدیک لاہوری احمدی دائرۂ ملّتِ اسلامی سے خارج نہیں ہیں۔ اس سلسلے میں راقم کو اگر پہلے کچھ تردّد تھا بھی تو ۱۹۷۴ء کی تحریکِ ختم نبوت اور اس کے دوران سامنے آنے والے حقائق کے بعد وہ بالکل رفع ہو چکا ہے۔

میرے نزدیک اس امر میں ہرگز کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ آنجہانی غلام احمد قادیانی نے نبوّت کا دعوٰی کیا تھا۔ خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کے بعد ایسے کسی بھی شخص کو نبی یا مجدّد ماننے والا تو درکنار محض مسلمان ماننے والا شخص بھی دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

خاکسار

اسرار احمد عفی عنہ

تحریر ۳۱ جنوری ۱۹۸۳ء

❀❀❀❀❀

(بقیہ "عشرہ کاملہ")

(نوٹ) حالیہ دورۂ کراچی اور امیرِ محترم کے دروسِ قرآن اور خطابات کے بعد کافی حضرات ماہنامہ "میثاق" اور "حکمتِ قرآن" کے سالانہ خریدار بنے ہیں۔ جہاں تک حالیہ دروسِ قرآن اور خطابات کے کیسٹس کا تعلق ہے تو کافی جوش و جذبے کے ساتھ لوگ ان کی فراہمی و خریداری کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی دینی ذمہ داری کا کماحقہٗ ادراک و احساس عطا فرمائے۔ آمین

(بقیہ 'عرضِ احوال')

اختلاف بالکل علیحدہ بات ہے لیکن ان کی وجہ سے مستقل طور پہ علیحدہ فرقوں میں بٹ جانا اور من دیگرم تو دیگری کا رویّہ ومعاملہ کرنا بالکل دوسری بات ہے ـــــ بدقسمتی سے ان ہی اختلافات کی وجہ سے ہم فرقوں اور پھر فرقے بھی گروہوں میں منقسم ہیں۔ جس کے سبب ہم لادینی اباحیت وتجدد پسند قلیل طبقے کے لئے نرم چارا بن گئے ہیں ـــــ اتحادِ ملّت کے لئے مولانا عبدالستار خاں نیازی مدظلہ نے حال ہی میں ایک چار نکاتی فارمولا پیش کیا ہے۔ اخبارات میں تو اس کا ملخص شائع ہوا ہے۔ ہم اسے مکمل طور پہ اس شمارے میں شامل کر رہے ہیں اور چند جزئیات سے اتفاق نہ ہونے کے باوصف اس بات کے متمنی ہیں کہ یہ محض کاغذی کارروائی اور اخباری بیان بن کر نہ رہے بلکہ فی الواقع عملاً اس پہ کام ہو اور مختلف مسالک کے علماء میں تعبیرِ ورائے کی نوع کے اختلافات کے باوصف رجالِ دین کا ایک اتحاد بالفعل ظہور پذیر ہو سکے۔

بعض مخلصینِ دین وملّت نے اس ضمن میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سے رجوع کیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے ان حضرات کو یقین دلایا کہ وہ اگرچہ عالمِ دین نہیں محض ایک خادمِ دین ہیں اور انہوں نے دعوت رجوع الیٰ القرآن کو اپنی زندگی کا مقصد بنا رکھا ہے۔ جس کے مقاصد میں جہاں تحریک تجدید ایمان ـــــ توبہ ـــــ تجدید شامل ہے وہاں اتحاد بین المسلمین" بھی ایک اہم مقصد کی حیثیت سے شامل ہے اور ان کی رائے یہ ہے کہ اختلافات میں شدّت وغلو کی بجائے اعتدال اور میانہ روی بھی اسی وقت پیدا ہو گی جب ہم اعتصام بالقرآن کو اختیار کریں گے۔ ڈاکٹر صاحب نے ایسے تمام مخلصین کو یقین دلایا ہے کہ وہ ان شاء اللہ حتی الوسع اور حسبِ مقدرت ہر ایسے مقصد میں تعاون کریں گے جس سے ایک مضبوط دینی اتحاد فی الواقع وجود میں آسکے۔

اللّٰھُمَّ اَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِ الْمُسْلِمِیْنَ وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِھِمْ وَانْصُرْھُمْ عَلٰی عَدُوِّکَ وَعَدُوِّھِمْ!
اللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاجْعَلْنَا مِنْھُمْ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنْھُمْ

وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

(الحدید: ۲۵)

اور ہم نے لوہا اتارا

جس میں بڑی قوت بھی ہے اور لوگوں کے لیے

بڑے فوائد بھی ہیں۔

اتفاق فاؤنڈریز لمیٹڈ

۳۲- ایمپرس روڈ - لاہور

احیاءِ اسلام کے لیے منظّم عملی جدّوجہد

کی دعوت وتحریک پر علماء کرام کا ردِّ عمل

اور اس پر

ایک دُکھی دِل کی صدا!

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کی تفسیر "ترجمان القرآن" کا حاشیہ

متعلقہ آیت نمبر ۴۹ سورہ توبہ

اِئْذَنْ لِّیْ وَلَا تَفْتِنِّیْ ط

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب پیغمبرِ اسلام نے تبوک کا ارادہ کیا، تو منافقوں کے ایک سردار جد بن قیس نے کہا " عورتوں کے معاملہ میں بہت کمزور ہوں مجھے ڈر ہے کہیں بنو اصفر کی عورتیں دیکھ کر مفتون نہ ہو جاؤں۔ پس مجھے رہ جانے کی اجازت دیجئے اور مجھے اس فتنہ میں نہ ڈالیے (ابن جریر۔ بنو اصفر یعنی رومی) اس سے معلوم ہوا جو باتیں کہی گئی ہوں گی، وہ اسی قسم کی ہوں گی۔ فرمایا، یہ جھوٹے بہانے نکالنے کے لیے جھوٹے فتنہ کا ذکر کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ کہہ کر اصلی فتنہ میں گر پڑے کہ راہِ حق میں جہاد کرنے سے جی چرایا اور اس کے لیے جھوٹی نیکی و پرہیزگاری کی آڑ پکڑی۔

غور کرو گے تو نفاق کی یہ خصلت آج بڑے بڑے مدعیانِ علم و مشیخت میں بولتی نظر آئے گی۔ جھوٹی دینداری اور وہمی

پرہیزگاری نے سعی و عزم کی تمام راہیں ان پر بند کر دی ہیں اور وہ ساعی ہیں کہ اُمت پر بھی بند کر دیں۔ ۱۹۱۴ء کی بات ہے کہ مجھے خیال ہوا ہندوستان کے عُلماء و مشائخ کو عزائم و مقاصد پر توجہ دلاؤں۔ ممکن ہے چند اصحاب رُشد و عمل نکل آئیں۔ چنانچہ مَیں نے اس کی کوشش کی۔ لیکن ایک تنہا شخصیت کو مستثنیٰ کر دینے کے بعد سب کا متفقہ جواب یہی تھا کہ یہ دعوت ایک فتنہ ہے۔ ائْذَنْ لِیْ وَلَا تَفْتِنِّیْ یہ مستثنیٰ شخصیت مولانا محمود حسن دیو بندی کی تھی جو اَب رحمت الٰہی کے جوار میں پہنچ چکی ہے . . .''

(بقیہ '' اتحاد ملت کے لئے ۴ نکات '')

دے سکتے۔ اس فارمولے کے بعد نوّے کروڑ مسلمان ایک ناقابلِ تسخیر قوت بن سکتے ہیں۔ اور باہمی تکفیر و تفسیق کا سلسلہ جس نے اُمت کے ٹکڑے کر دیے ہیں، یکسر ختم ہو سکتا ہے۔

مجھے یقینِ کامل ہے کہ اگر اس چار نکاتی فارمولا کو شرح صدر کے ساتھ قبول کر لیا جائے تو اسلامیانِ پاکستان ایک زبردست طاقت بن کر سارے عالمِ اسلام کے لیے وحدت کی مثال قائم کر سکتے ہیں ؎

ہر اک منتظر تیری یلغار کا — تیری شوخیٔ فکر و کردار کا

اگر کسی کتاب میں قابلِ اعتراض عبارت نظر آئے تو اُس کی مُراد متعین کرنے کا حق مصنف کو ہو جس کی وہ عبارت ہے اور اگر وہ عبارت عام لوگوں کو غلط فہمی میں ڈالتی ہو تو اس کی ایسی وضاحت ساتھ کر دی جائے کہ غلط فہمی کا احتمال نہ رہے۔ اس پر بھی فریقین میں اتفاق نہ ہو تو اُسے علماء کے متفقہ بورڈ سے فیصلہ کرایا جائے اگر متفقہ بورڈ کی تشکیل نہ ہو سکے تو شرعی عدالت میں پیش کر کے فیصلہ کرایا جائے۔ ہر حال میں پلیٹ فارم پر بحث و مناظرے کا بازار گرم نہ کیا جائے اور تکفیر و تفسیق اور طعن و تشنیع سے کلی احتراز کیا جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

علمائے کرام، مشائخ عظام، قائدینِ قوم اور فرزندانِ اسلام کی خدمت میں

اتحادِ ملّت کے لیے ۲ نکاتی فارمولا

من جانب: مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی

نائب صدر الدعوۃ الاسلامیہ العالمیہ و سابق ڈین آف اسلامک سٹڈیز اسلامیہ کالج لاہور

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر (اقبالؒ)

میں نے اتحادِ ملت کے کئی رُوح پرور نظارے دیکھے ہیں۔ تحریکِ پاکستان، تحریکِ ختم نبوت اور تحریکِ نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں امتِ محمدیہ نے جس ربط و ضبط اور ایثار و قربانی کا ثبوت دیا وہ ہماری تاریخ کا ایک درخشندہ باب ہے۔ مگر افسوس ہے کہ جونہی مقصد نگاہوں سے اوجھل ہوا مسلمان باہم آویزی میں اُلجھ کر مکابرہ و مناظرہ کی دلدل میں پھنس کر رہ گئے۔ آج جب ہر طرف سے اُمّتِ مسلمہ اعداء و معاندینِ اسلام کے نرغے میں ہے اور نوّے کروڑ ہوتے ہوئے بھی بے اثر ہے تو ملّت کے درد مند طبقات نے اتحاد کی دعوت دینی شروع کر دی ہے۔ یہ دعوتِ اتحاد بفحوائے آیت قرآنی وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا امت کا اجتماعی فریضہ ہے۔ حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ نے بھی اسی خواہش کا اظہار کیا ہے۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں۔

لیکن دو اور دو چار کر کے کوئی متفقہ فارمولا پیش نہیں ہوا ہے۔ تحریکِ پاکستان، تحریکِ ختمِ نبوت، اور تحریکِ نظامِ مصطفےٰ میں چونکہ مقاصد متعین تھے، اس لیے اپنے نظری و سیاسی اختلافات بجائے خود رکھتے ہوئے وہ معین مقاصد کے لیے جمع ہو گئے۔ اب سوچنا یہ ہے کہ موجودہ پُر آشوب دور میں اُمتِ مسلمہ کے لیے وحدتِ فکر و عمل کا کیا راستہ اختیار کیا جائے جو دائمی ہو۔ پہلے جو خطرات تھے ان کا نقصان صرف مِلّت کے بعض مخصوص مفادات تک منتہی تھا۔ لیکن اب، پوری ملت کا وجود ہی خطرے میں ہے۔ "سُرخ سامراج" ہو یا "سفید سامراج" ہر دور کے درمیان انسان بمصداق ع "درمیانِ ایں دو سنگ آدم زُجاج" چکی کے دو پاٹوں میں پِس رہا ہے۔ استعمار پرست طاقتوں اور ان کے پروردہ خانہ زاد گماشتوں نے طے کر لیا ہے کہ اُمّتِ مُسلمہ کو اعتقادی اور فکری اعتبار سے تباہ کرتے ہوئے اس کا وجود ہی ختم کر دیا جائے۔ جو کچھ "لبنان" میں ہُوا اور "بھارت" میں ہو رہا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ نیز اسلامی سلطنتوں میں غیر مسلم یا بے ضمیر مسلم سربراہ مسلط کرنے کی جو سازش تیار ہو چکی ہے، اس کی موجودگی میں ہمارا فرض ہے کہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر فی الفور اتحادِ اسلامی کا نقشہ مرتب کر لیں۔

اجماعِ امت کے خلاف پہلے اعتزال، انحراف، الحاد، زندقہ، رفض و خروج اور انکارِ سُنّت کی جو تحریکیں چلیں اُن کو ختم کرنے کے لیے کہیں امام ابوالحسن اشعریؒ اور امام محمد ابوالمنصور ماتریدیؒ میدانِ عمل میں آتے ہیں تو کہیں امام رازیؒ اور امام غزالیؒ فلسفۂ یونان کو رد کر کے اسلام کی بالادستی کے لیے نبرد آزما ہیں۔ عجمیت، افرنگیت، برہمنیت کے فلسفہ ویدانت کو ختم کرنے کے لیے امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ اپنے دور کے اندر جو کردار ادا کرتے ہیں عصرِ

حاضر میں علامہ اقبال نے اُن کی پیروی کی۔ اور پھر ہمارے مکاتیب فکر کے اکابر مولانا سیّد ابوالحسنات محمد احمد قادری، مولانا احمد علی لاہوری، سیّد عطاءاللہ شاہ بخاری، مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا سیّد محمد داؤد غزنوی مقصدِ وحید پر جمع ہو گئے تھے تو آج ہم کیوں جمع نہیں ہوتے؟

جب کہ اس وقت ملکی اور بین الاقوامی سطح پر حالات اس طرح مخدوش و خطرناک ہیں کہ ہم ایک طرف سُرخ و سفید سامراجوں کے زرغے میں ہیں اور دوسری طرف بنیا برہمن سامراج ہم پر دانت تیز کر رہا ہے۔ علاوہ ازیں ان طاقتوں کے تخریبی ایجنٹ داخلی طور پر اپنے مذموم عزائم کو پورا کرنے کے لیے سرگرم عمل ہیں۔ ساری دنیا نے دیکھ لیا ہے کہ روسی درندوں نے افغانستان میں اس بات کا کوئی لحاظ نہیں کیا کہ سُنّی کو مار دیا جائے اور غیر سنّی کو چھوڑ دیا جائے بلکہ انہوں نے بستیوں کی بستیاں اُجاڑ دی ہیں۔ معصوم بچیوں کی عزتیں لوٹ لیں۔ کھیتیاں، باغات ویران کر دیئے۔ مکانات پر بمباری کر کے انہیں پیوندِ زمین کر دیا۔ "لبنان" میں جو کچھ ہُوا اس سے ساری انسانیت رنج والم اور درد وغم سے کراہ رہی ہے۔ اسی طرح ہندوستان میں ہندو مسلم فساد کی آڑ میں "جن سنگھی" درندوں اور "اندرا گاندھی" کے پالتو "غنڈوں" نے اپنے پُرانے رفقاء کو بھی نہیں چھوڑا اور بلا امتیاز سُنّی، حنفی، اور بریلوی، دیوبندی سب کو تہ تیغ کر دیا۔ ان پُر آشوب واقعات کے بعد تمام مسلمانوں کی آنکھیں کھُل جانی چاہئیں۔ افغانی مسلمان بھاگ کر ہمارے پاس آ گئے۔ لبنانی فلسطینی اسلامی ممالک میں پناہ گزیں ہوئے۔ پاکستانی مسلمان بھاگ کر کہاں جائیں گے۔ اس رُوح گداز صورتِ حال کے پس منظر میں میں نے اتحاد بین المسلمین کے لیے ایک چار نکاتی فارمولا پیش کیا ہے جس پر عمل پیرا ہو کر ہمارے اندر اتحاد پیدا ہو سکتا ہے۔ یہ اتحاد نہ صرف پاکستان کے اندر ملی وحدت و استحکام کا حامل ہوگا بلکہ عالمِ اسلام کے لیے بھی زبردست قوتِ مؤثر بن کر کام دے گا۔

یہ دعوت ایک ایسے خادمِ ملت کی طرف سے پیش کی جا رہی ہے جس نے تحریکِ پاکستان، تحریکِ ختمِ نبوت، تحریکِ بحالی جمہوریت، تحریکِ نظامِ مصطفےٰ

میں بھرپور اقدام کیا۔ اور تمام مکاتیبِ فکر اکابر کے ساتھ بے مثال ربط وضبط، اخوت ومؤدت اور ایثار واعتماد کا مظاہرہ کیا ہے۔

مولانا سیّد ابوالحسنات محمد احمد قادری ہوں، یا مولانا احمد علی لاہوری۔ سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری ہوں یا مولانا عبدالحامد بدایونی۔ مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی ہوں یا مولانا داؤد غزنوی۔ سب نے خاکسار کو اپنے اعتماد سے نوازا ہے۔ اب میں اِن تمام اکابر سے عقیدت رکھنے والے علماء وزعماء سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اعداد معاندین کی سازشوں کا مقابلہ کرتے ہوئے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوجائیں۔ ایک دوسرے کے جذبات کا احترام کریں اور حتی الوسع تنقید وتعریض سے اجتناب کریں۔ بلکہ دنیا میں جہاں کہیں ان کے معتقدین اور حامیین موجود ہیں، سب کو انتباہ کردیں کہ وہ بیرونِ پاکستان بھی اسی جذبۂ محبت واتحاد کو قائم رکھیں اور مقامی حکومتوں کے ساتھ مل کر ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کریں۔ بلکہ اندرونِ پاکستان جیسی فضا کو بیرونِ ملک بھی قائم رکھیں۔

اتحادِ ملّت کے چار نکات

نکتہ نمبر ۱ :

پاکستان کی تمام جماعتیں شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رح، شیخ محقق عبدالحق محدّث دہلوی رح اور شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رح کے افکار ونظریات پر اصولاً متفق ہیں۔ لہذا ہم اپنے تمام متنازعہ فیہ امور ان کے عقائد ونظریات کی روشنی میں حل کریں۔

لطف کی بات یہ ہے کہ ان اکابر سے لے کر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ اقدس واعلیٰ تک ہمارا مرکزِ اطاعت ایک ہے۔ بریلوی اور دیوبندی امامِ اعظم ابوحنیفہ رح کے غیر مشروط مقلد ہیں اور دوسرے ائمۂ عظام کا پورا احترام واکرام کرتے ہیں۔ حنفی واہلحدیث قرآن وحدیث واصحابِ رسول ؐ کے پیروکار ہیں۔ اور کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس کا حل کتاب وسنّت اور سلفِ صالحین کی اتباع سے حاصل نہ ہوسکے۔

برِصغیر میں مسلمان فرقوں کے اختلافات کی عمر ستر اسی سال سے زیادہ نہیں ہے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی مقتدائے علمائے دیوبند ۱۹۰۵ء میں فوت ہوئے اور شمس العلماء میاں نذیر حسین دہلوی کی وفات ۱۹۰۲ء میں ہوئی۔ انگریز کی آمد سے قبل مسلمانوں کا تعارف اور اجماع جس ایک نام سے تھا وہ اہلِ سنّت والجماعت ہے۔ تمام فرقہ وارانہ ناموں کو چھوڑ کر صرف اہلِ سُنّت والجماعت کہلائیں۔ کیونکہ یہ نام بموجب ارشادِ نبوّت "علیکم سنّتی وسنّۃ الخلفاء الراشدین المھدیین" اور "علیکم بالجماعۃ فانہٗ من شذ شذ فی النار"، خود حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے رکھ دیا ہے۔

نکتہ نمبر ۲ :

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی چشتی صابری رح کی عظمت اور مرتبے کو سب لوگ تسلیم کرتے ہیں۔ تمام اکابر علماءِ دیوبند بالواسطہ یا بلا واسطہ حضرت حاجی صاحبؒ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہیں۔ برِّ صغیر یا عالمِ اسلام میں جس قدر اختلافی مسائل پائے جاتے ہیں، ان کا جامع و مانع حل انہوں نے پیش کر دیا ہے۔ اگر تمام مکاتبِ فکر حاجی صاحب کی تصنیف "فیصلہ ہفت مسئلہ" کی روشنی میں ایک دوسرے کا احترام کریں تو فرقہ وارانہ اختلافات چشم زدن میں ختم ہو سکتے ہیں۔

نکتہ نمبر ۳ :

علماءِ دیوبند مولانا محمود الحسن اسیر مالٹا، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری، مولانا حافظ محمد احمد مہتمم دارالعلوم دیوبند ابن مولانا محمد قاسم نانوتوی۔ مولانا عزیز الرحمٰن مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند۔ مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی کی مصدقہ کتاب مولانا خلیل احمد کی تصنیف "المہنّد" جو اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی تصنیفات "حسام الحرمین" اور "الدولۃ المکیۃ" کے جواب میں شائع ہوئی جس میں انہوں نے اپنے عقائد و نظریات کی وضاحت کی ہے۔ اس پس منظر میں علماءِ دیوبند "المہنّد" کو اختلافی مسائل میں نافذ العمل کرلیں اور پبلک پلیٹ فارم پر ایک دوسرے کے خلاف طعن و تشنیع سے مکمل اجتناب کرلیں۔

نکتہ نمبر ۴ :

انگریزی محاورہ ہے (LIVE AND LET OTHERS LIVE)
"زندہ رہو اور زندہ رہنے دو" اگر کوئی مسلمان سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے تو اسے پڑھنے دیں۔ اور جو خاموشی سے بیٹھ کر درود شریف پڑھے تو اسے مجبور نہ کیا جائے کہ وہ کھڑا ہو کر بلند آواز سے ضرور پڑھے۔ تمام مسلمان نماز میں السلام علیک ایہا النبی پڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتے ہیں تو نماز کے بعد میں اس پر کوئی اعتراض نہ ہونا چاہیئے۔

مسجدوں، خانقاہوں اور اوقاف کے جھگڑے بھی اسی جذبے سے طے ہو سکتے ہیں کہ مسجدوں میں کسی کو نماز پڑھنے سے منع نہ کیا جائے۔ جن لوگوں نے مسجد تعمیر کی ہو انہی کے مسلک کی انتظامیہ ہو۔ اگر اس طرح سب فرقے مل کر مرکزی نکتہ عظمت و وقار کو سامنے رکھیں تو پھر اختلاف باقی نہیں رہتا ہے۔

اغیار نے جب بھی کسی اسلامی ملک کو تباہ و برباد کیا تو مذہبی اختلاف پیدا کر کے مسلمانوں کو مسلمانوں سے لڑا دیا۔ فرقہ واریت نے اسلامی وحدت و استحکام کو زبردست نقصان پہنچایا ہے۔ کیا پاکستان کو اب جن مسائل و مشکلات کا سامنا ہے اس کا احساس تمام فرقوں کے رہنماؤں کو نہیں ہے؟ اگر کوئی غیبی ہاتھ انہیں باہم متحد کرنے میں حائل ہے تو پیشتر اس کے کہ خدانخواستہ اُندلس، لبنان، تاشقند، سمرقند، بخارا، بغداد، دہلی اور افغانستان جیسے حالات پیدا ہوں، ہمارے مراکز دینی، مساجد، درسگاہیں و مزارات اغیار کے ہاتھوں خاکستر ہو جائیں، ہماری بہو بیٹیوں، ماؤں بہنوں اور بیویوں کی عزتیں ظالمین و جابرین شہروں قصبوں میں نیلام کرتے پھریں، ہمیں دل کی گہرائیوں سے فکری و ذہنی اتحاد قائم کر کے اغیار کے منصوبوں کو ناکام بنا دینا چاہیئے۔ برطانیہ جیسا چھوٹا ملک ایک دور میں تمام متمدن دنیا پر بالادستی حاصل کر سکتا ہے تو پاکستانی مسلمان منظم و متحد ہو کر کفر کی طاقتوں سے نبرد آزما کیوں نہیں ہو سکتے؟ اور اتحادِ اسلامی کو زندہ حقیقت بنا کر "سرخ" اور "سفید" سامراجوں اور ان کے گماشتوں کو کیوں شکست نہیں

عشرۂ کاملہ

امیر تنظیمِ اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی کراچی میں مصروفیات

از قلم : حافظ محمد رفیق (کراچی)

(دوسری قسط)

۲۵ دسمبر بروز ہفتہ اس روز امیرِ محترم دفتر تنظیمِ اسلامی میں مقررہ وقت ۹ بجے سے بھی چند لمحے پہلے پہنچے۔ رفتہ رفتہ تعداد شرکاء میں اضافہ ہوتا رہا۔ یہانتک کہ دفتر کا Main Hall بھر گیا اور کئی بار شرکاء سے نئے آنے والے حضرات کے لئے مکانیت پیدا کرنے کی درخواست کرنا پڑی۔ جب ہال بھر گیا اور مزید گنجائش باقی نہ رہی تو Annex میں بعد میں آنے والے حضرات کو Accommodate کیا گیا۔

۹½ بجے سے ۱۲ بجے تک امیرِ محترم نے شرکاء کے مختلف (درس سے متعلق وغیر متعلق) سوالات کے جوابات دیئے اور ان اشکالات کو دور کیا جو پیش کئے گئے سوال وجواب کے بعد مجموعی طور پر ۱۵ نئے افراد نے عہد نامہ رفاقت پڑھا اور امیرِ محترم کے ہاتھ پر بیعت کر کے تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔ نئے رفقاء میں ایک صاحب کا تعلق سکھر اور دوسرے صاحب کا تعلق لاہور سے تھا۔ باقی ۱۳ اصحاب کا تعلق کراچی سے ہے نئے رفقاء کے تعارف کے بعد اجتماعی دعاء ہوئی۔ اور اس طرح اس اجتماع کی کارروائی اختتام پذیر ہوئی۔

اس اجتماع کے خاتمے کے بعد امیرِ محترم عاصم صاحب کے ہمراہ ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور پروگرام کے مطابق بعد نماز مغرب خالقدینا ہال میں سنّی کونسل کے زیرِ اہتمام "اسلام کے عطا کردہ سماجی نظام" پر مفصل و مبسوط خطاب فرمایا جو ایک گھنٹہ اور ۸ منٹ تک جاری رہ سکا۔ چونکہ عشاء کی نماز کی اذان ہوگئی تھی لہٰذا امیرِ محترم نے یہ کہہ کر اپنی گفتگو ختم فرمائی کہ اس مختصر وقت میں جو کچھ میں عرض کر سکتا تھا وہ عرض کر دیا۔ اب ان شاء اللہ کل حضورؐ کے لائے ہوئے معاشی نظام پر گفتگو ہوگی۔

الحمد للہ! سامعین وحاضرین کا معاملہ ہر جگہ کی طرح یہاں بھی انتہائی تسلی بخش رہا۔ سامعین ہر نئے پروگرام کی ٹوہ اور جستجو میں لگے رہے اور اپنی بھرپور حاضری سے اپنے وافر ذوق و اشتیاق کا مظاہرہ کیا۔ خالقدینا ہال میں مجوزہ احاطہ جہاں ٹینٹ نصب کئے گئے تھے اس کی تمام نشستیں پر ہو گئیں تو باقی افراد خالی جگہ و بغلی اطراف میں سمٹتے گئے۔ یہاں تک کہ ایک طرف کی درمیانی قنات کو گرا کر حائل پردہ و رکاوٹ کو دور کیا گیا اور ان قناتوں کو بطور فرش استعمال کیا گیا۔ خالقدینا ہال میں اس پہلی نشست کا یہ عالم تھا کہ باقی تینوں روز نہ صرف سامعین کی عددی قوت میں اضافہ ہوا بلکہ سابقہ دروسِ قرآنی میں شریک حضرات کے علاوہ نئی کھیپ میں زیادہ تر وہ افراد تھے جو اچھے کاروباری حضرات تھے اور اچھی پوسٹوں پر فائز ملازم طبقہ تھا جس کے متعلق اگر یہ رائے قائم کی جائے کہ ایسے حضرات بہت کم ایسے مذہبی جلسوں میں شریک ہوتے ہیں گویا معروف معنوں میں جنہیں سیکولر اعتقاد کے لوگ کہا جا سکتا ہے یعنی مذہب محض ایک نجی معاملہ ہے اور اس کا تعلق محض عقائد اور رسومات سے ہے مگر اسی عنصر کو عرف عام میں Intellectual اور Social - Elite سے موسوم کیا جاتا ہے۔

خالقدینا ہال اور نماز عشاء سے فراغت کے بعد امیرِ محترم عاصم صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے۔ رات ساڑھے دس بجے فاروق اعظمؓ آرگنائزنگ کمیٹی والوں کی طرف سے جلسہ گاہ میں لے جانے کے لئے گاڑی آئی، جیٹ لائن بالمقابل سی ڈی اے ورکشاپ کے جلسۂ عام میں امیرِ محترم نے سیرۃ النبیؐ کے عملی پہلوؤں پر مفصل روشنی ڈالی اور نبوّت و رسالت کی اتمامی و اکمالی شان کو اجاگر کیا اسی مناسبت سے امّتِ مسلمہ پر عائد شدہ ذمہ داریوں کی ادائیگی پر زور دیا۔ حاضری عام جلسوں سے قدرے بہتر تھی مگر زیادہ تر مقامی آبادی سے پر مشتمل تھی۔ ایک گھنٹہ تقریر کرنے کے بعد امیر محترم علاّمہ مسدوسی صاحب کی معیت میں واپس عاصم صاحب کے مکان پر تشریف لائے۔ واپسی پر مسدوسی صاحب سے تقریباً ڈیڑھ بجے شب تک نظامِ بیعت اور دورِ حاضر میں جہاد و قتال فی سبیل اللہ کی شکل کیا ہو سکتی ہے اس موضوع پر قرآن و حدیث کے احکامات اور فقہی مسالک و مذاہب کی مختلف آراء کی روشنی میں اس کی مناسب حال شکل کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی۔ راقم اپنی کم فہمی کے باعث مجموعی طور پر مسدوسی صاحب کے مخصوص طرزِ تکلم اور تفقہ، "بھاری بھرکم" اصطلاحات اور متحیر کن

تلفظ کے رعب سے وقتی طور پر مرعوب تو ہو گیا مگر ماحصل تا حال میرے پلے نہیں پڑ سکا۔

۲۶ دسمبر بروز اتوار ویسے تو اس روز نماز فجر کے بعد امیر محترم کی مسدوسی صاحب سے گزشتہ سے پیوستہ گفتگو کا سلسلہ جاری رہا اور ۷½ بجے کے قریب مولانا سردار محمد عبد الحمید صاحب، محی الدین صاحب اور ادیس صاحب، امیر محترم کے پاس تشریف لائے، متصلاً بعد مولانا طاسین صاحب کو بھی گاڑی لے کر آ گئی۔ اس اجتماعی نشست میں زیادہ تر مولانا سردار عبد الحمید صاحب ہی گفتگو کرتے اور امیر محترم زیادہ سنتے اور کم بولتے رہے۔ اس گفتگو سے سردار صاحب کی لائف ہسٹری، ان پر واقع ہونے والے نشیب و فراز اور ان کی موجودہ دینی خدمات اور خصوصاً قلمی جہاد کا اندازہ ہوا۔ بقول ان کے، ان کی بعض انگریزی تصانیف کے مطالعہ سے نائیجیریا میں چھ افراد نے عیسائیت سے اسلام قبول کر لیا۔ سردار صاحب کے کلام سے سادگی اور اسلام کے درد و خلوص کی جھلک نمایاں تھی اور ان کا پر خلوص و بے طمع دینی جذبہ عیاں ہو رہا تھا۔ واضح رہے کہ سردار صاحب سابق مشرقی پاکستانی ہیں اور ان کی مادری زبان بنگلہ ہے۔ اردو میں ان کے ہاں کافی روانی اور تسلسل تو موجود تھا مگر تذکیر و تانیث کی عدم تفریق اور تلفظ کی ادائیگی سے پیدا شدہ سامعین کی اندرونی کیفیت ان (سردار صاحب) کی عظمت و قدر کے باوجود چہروں سے ظاہر ہو رہی تھی۔ اس عارضی رکاوٹ اور ظاہری بندش کو سردار صاحب کے ساتھی اویس صاحب نے اپنی ظرافت و بذلہ سنجی سے دور کیا۔

عاصم صاحب کے مکان پر ناشتہ کے بعد جناب سردار صاحب اپنے ہمراہیوں سمیت چلے گئے۔ اب مولانا طاسین صاحب، مسدوسی صاحب اور امیر محترم کے مابین گفت و شنید کا دور چلا۔ مسدوسی صاحب نے اب مولانا طاسین صاحب کی موجودگی میں از سرِ نو اپنا فقہی موقف دہرایا۔ مسدوسی صاحب کے چلے جانے کے بعد امیر محترم اور مولانا طاسین کے مابین مختلف موضوعات زیرِ بحث آئے اور فی الوقت مختلف ممالک میں رائج جمہوری، روایتی اور نظریاتی نظامہائے زندگی کے حوالے سے نظام بیعت زیرِ بحث آیا۔ اس گفتگو کے دوران امیر محترم کے اصرار پر مولانا طاسین صاحب نے جلد اسی دینی مسئلے کی موجودہ نزاکت کے باعث علمی و تحقیقی کام کا وعدہ فرمایا۔ غالباً ۱۱ بجے تک یہ گفتگو جاری رہی بعد ازاں ڈاکٹر رفیع الدین مرحوم کے فرزند جناب صلاح الدین صاحب کی دعوت پر دوپہر کے کھانے کے لئے ان کی رہائش

پر تشریف لے گئے اور ان سے گفتگو ہوئی۔

اسی روز بعد نمازِ مغرب خالقدینا ہال میں "اسلام کے عطا کردہ معاشی نظام" پر انتہائی جامع و پُرمغز خطاب فرمایا۔ سامعین کی حاضری کے متعلق پہلے ذکر آچکا ہے۔ مزید اضافہ یہ کہ سامعین کی رغبت و تاثر کا یہ عالم بھی تھا کہ بعض حضرات سر دھن رہے تھے۔ پھر ½۱۰ بجے شب فاروق اعظم آرگنائزنگ کمیٹی کے تحت منعقدہ سیرت النبی کے جلسے بمقام کورنگی میں "نبی اکرمؐ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں" کے عنوان سے ایک گھنٹہ سے زیادہ خطاب فرمایا اور محسوس ہوا کہ سامعین سیرت کے اس انوکھے انداز سے کافی متاثر تھے۔ (ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ)

۲۷ر دسمبر بروز پیر اس روز صبح گیارہ بجے تک کوئی باقاعدہ ملاقات و مصروفیت نہیں تھی۔ گذشتہ روز و شب کی تھکاوٹ و جگارے کے باعث نمازِ فجر کے بعد ½۹ بجے تک امیرِ محترم نے آرام کیا۔ برائے نام ناشتہ کیا اور اس دوران کچھ فون آتے رہے۔ گیارہ بجے کے بعد امیر محترم عاصم صاحب کے ہمراہ جامعہ اسلامیہ عربیہ بنوری ٹاؤن میں مدیر "البینات" جناب مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی کے پاس تشریف لے گئے۔ مولانا صاحب اس وقت کسی تحریری کام میں مصروف تھے، رسمی استقبال مہمان اور مصافحہ کے بعد حسبِ سابق اپنے تحریری کام میں مشغول رہے حتٰی کہ ۷،۸ منٹ بعد جب اپنے شغل سے از خود فارغ ہوئے تو امیر محترم کی طرف عام ملاقاتی کی طرح التفات فرمایا، جوں جوں گفتگو آگے بڑھتی رہی، دھیرے دھیرے حائل حجابات اور بُعدِ قلبی کے فاصلے چھٹتے چلے گئے۔ گھنٹے سوا گھنٹے کی اصحابِ علم و فضل اور اہلِ دل کی یہ مصاحبت آخری لمحات میں "یک جان دو قالب" کا نقشہ پیش کر رہی تھی اور فصل، وصل میں اور بُعد، قربت میں تبدیل ہو چکا تھا۔ ذرا پہلی کیفیت سے آخر کا تقابل کیجئے۔ اختتامِ صحبت پر مولانا لدھیانوی صاحب نے اپنی علمی اور دینی شفقت و محبت کے جذبات سے امیر محترم کو اپنی کتب کا سیٹ دے کر رخصت فرمایا۔ (اَللّٰھم اَلِّف بین قلوبھما)

مولانا لدھیانوی صاحب سے فارغ ہو کر امیر محترم سیدھے جناب لطف اللہ صاحب کے مکان پر ان کی دعوت پر تشریف لے گئے، ان سے "منتخب نصاب" کی ریکارڈنگ اور تبلیغی و اشاعتی فروخت کے متعلق گفتگو ہوئی کہ وہ EMI والوں سے بات چیت کریں کہ

سورۂ حدید کے بقیہ منتخب نصاب کو بھی منظر عام پر لایا جائے۔ بصورت دیگر موصوف ماسٹر کاپیوں (اصل ریکارڈنگ) سے تنظیم کو استفادہ کرنے دیں۔

حسب پروگرام بعد نماز مغرب خالقدینا ہال میں "اسلام کے عطا کردہ سیاسی نظام" پر خطاب فرمایا اور یہاں سے سیدھے نئے تنظیمی رفیق محترم محمد لقمان صاحب کی دعوت پر ان کے ہاں رات کے کھانے میں شرکت ——! اس عشائیہ میں لقمان صاحب نے اپنے اعزاء و اقارب کے علاوہ بعض تنظیمی رفقاء کو مدعو کیا تھا۔ نماز عشاء باجماعت ان کے وسیع وعریض بنگلہ کے لانج ہال میں ادا کی گئی اور کھانے سے قبل جملہ حاضرین کا تعارف لقمان صاحب نے اختصار کے ساتھ کرایا۔ اس دوران جناب محمد لقمان صاحب کے نسبتی ماموں جان اور راقم کے اسلامک سینٹر کے سابق استاذ محترم جناب مولانا عبدالرؤف صاحب سے امیرِ محترم کا تعارف ہوا۔ مولانا موصوف کے سابقہ عملی تجربات اور وافر صلاحیتوں کو صحیح مصرف میں لانے اور تنظیمی سطح پر ان سے استفادہ کرنے کے لئے امیر محترم نے انہیں قرآن اکیڈمی کے لئے پیش کش فرمائی۔

عشائیے کے بعد تقریباً ۱۱ بجے شب امیرِ محترم کو فاروق اعظم آرگنائزنگ کمیٹی کے زیرِ انتظام منعقدہ جلسۂ سیرت النبیؐ بمقام نیو کراچی ۱۱-جی ایریا میں خطاب کے لئے لایا گیا۔ مقصد بعثت نبوی کے حوالے سے سیرت کے عملی پہلوؤں پر روشنی ڈالی، ایک گھنٹہ کا یہ خطاب تھا، حاضری واجبی سی تھی۔

۲۸ دسمبر بروز منگل اس روز ناشتہ عاصم صاحب کے یہاں تھا۔ عاصم کے مکان پر دو خواتین نے صبح دس بجے امیر محترم کے ہاتھ پر بیعت کر کے تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔ دوپہر کے کھانے کی دعوت جناب منصور بنگلہ صاحب کے یہاں تھی جو دہلی کی معروف پنجابی سوداگر برادری کے ایک صالح فرد ہیں۔

اسی روز بعد نماز مغرب خالقدینا ہال میں امیر محترم نے "اسلام کے عطا کردہ انقلابی نظام" پر ایک گھنٹہ سے کچھ زائد انتہائی پر اثر اور مختصر وقت میں نہایت جامع خطاب فرمایا۔ جس کے متعلق شرکاءِ جلسہ کے خود اپنے تاثرات یوں سنے گئے کہ "یہ پورے خطابات کا مغز ہے"! اور یہ حقیقت بھی ہے کہ جملہ دروس قرآنی اور خطابات کا یہ نچوڑ

اور جوش تھا۔ سورۂ حدید وصف کے دروس قرآن اور دیگر جملہ خطابات اور خصوصاً خالقدینا ہال کے چار روزہ خطابات کے دوران حاضری کی کثرت کے علاوہ، خطابات کی ریکارڈنگ کے لئے ٹیپ ریکارڈرز کی بھی فراوانی تھی۔

تقریر کے اختتام پر امیرِ محترم نے ان خطابات سے پیدا شدہ اشکالات وسوالات کے جوابات کے لئے کل مؤرخہ ۲۹ دسمبر صبح ۹ تا ۱۱ بجے کا وقت دفتر تنظیم اسلامی میں دیا۔ خالقدینا ہال سے امیر محترم سیدھے مولانا ظفر احمد انصاری کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے اور ان سے ملکی وسیاسی حالات و واقعات پر تبادلۂ خیال کیا۔

رات کا کھانا جناب طریق الدین صاحب صدر مجلس منتظمہ جامع مسجد ہادی مارکیٹ کے یہاں تھا جس میں مقامی تنظیم کے امیر ڈاکٹر تقی الدین اور چند دوسرے رفقاء بھی مدعو تھے۔ دوران گفتگو جناب طریق الدین صاحب نے مذکورہ مسجد میں خطابتِ جمعہ کے لئے امیرِ محترم سے تنظیم کا خطیب مانگا تو امیر محترم نے ڈاکٹر تقی الدین احمد صاحب کو یہ ذمہ داری تفویض کی۔ مسجد بطحیٰ جہاں جناب ڈاکٹر تقی الدین احمد صاحب گذشتہ چند سالوں سے خطابِ جمعہ کا سلسلہ جاری کئے ہوئے تھے، امیر محترم کے حکم کے بعد مسجد کی انتظامیہ کو اس نئے فیصلے سے آگاہ کریں گے یا اس کا کوئی متبادل بندوبست کر کے دیں گے۔

فاروق اعظم آرگنائزنگ کمیٹی کے زیر انتظام اس شب کو ۱۲ ویں اور آخری سیرت کانفرنس کا انعقاد بمقام جامع مسجد فاروق اعظم بلاک جے نارتھ ناظم آباد میں تھا۔ جس کے اصل خطیب امیر محترم ہی تھے۔ ۱۱ بجے شب کمیٹی کی گاڑی امیر محترم کو جلسہ گاہ میں لے آئی۔ اور سوا بارہ بجے تک امیر محترم نے سیرت نبویؐ پر جامع تقریر فرمائی۔ یہاں حاضری بہت زیادہ تھی۔

امیر محترم کے خطاب سے قبل مولانا آصف قاسمی صاحب اور کمیٹی کے چیئرمین سہیل احمد خان نے امیر محترم کا شکریہ ادا کیا اور پھر مولانا آصف قاسمی صاحب نے "المعین فی فہم القرآن" کے عنوان سے ریکارڈ ڈ کیسٹ سیریز کا پہلا سیٹ "آٹھ کیسٹوں پر مشتمل سورۂ بقرہ مع تلاوت و ترجمہ وغیرہ امیر محترم کو ہدیۃً پیش کئے۔

½۱۲ بجے شب امیر محترم یہاں سے فارغ ہو کر تیسرے جلسہ عام سے خطاب

کرنے کے لئے فرنیچر مارکیٹ لیاقت آباد تشریف لے گئے۔ واضح رہے کہ مختار فاروقی صاحب کے مکان پر مسرور صاحب نے فرنیچر مارکیٹ کمیٹی کے عہدیداران کی طرف سے سفارش کی تھی اور امیر محترم نے سابقہ تعلق اور مروت قلبی کے تحت اپنی طبیعت پر اضافی بوجھ ڈال کر ان سے وعدہ کر لیا اور اس طرح اس روز یہ تیسرا جلسۂ عام سے خطاب تھا۔

۲۹ دسمبر بروز بدھ پروگرام کے مطابق اس روز صبح ۹ بجے تا ۱۱ بجے دوپہر دفتر تنظیم اسلامی میں خالقدینا ہال میں کئے گئے خطابات کے ضمن میں سوال و جواب کی خصوصی نشست تھی۔ مگر صبح آٹھ بجے "کے پی ٹی آرگنائزیشن آف ورکرز" کے صدر محترم خورشید احمد خان صاحب گاڑی لے کر امیر محترم کو لینے آ گئے۔ اور پروگرام کے مطابق امیر محترم کو ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے کے پی ٹی میں Memorial hall کا صرف سنگ بنیاد کا افتتاح کرنا تھا۔ مگر وہاں پہنچنے پر معلوم ہوا کہ منتظمین حضرات نے سیرت النبیؐ کے جلسے کی تیاری مکمل کر لی ہے۔ اور خطاب کے لئے امیر محترم سے امید وابستہ کر رکھی ہے۔ اس طرح ان حضرات نے امیر محترم کو شش و پنج میں مبتلا کر دیا۔ امیر محترم کو ان کے ناگہانی پروگرام سے ناگواری تو محسوس ہوئی چونکہ دفتر میں ٹھیک نو بجے کا وقت دیا گیا تھا۔ مگر احساس ذمہ داری اور فطری مروت آڑے آئی۔ اور نتیجتاً امیر محترم نے ایمانیات ثلثہ میں سے ایمان بالمعاد کے حوالے سے آجر و مستاجر کے حقوق و فرائض کو آشکارا کیا۔ سامعین میں جناب ایم آئی ارشد صاحب چیئرمین کے پی ٹی و دیگر اعلیٰ افسران و عہدیداران وغیرہ تقریباً ۳ سو کی تعداد میں موجود تھے۔

امیر محترم وہاں سے دفتر تنظیم اسلامی چوبیس منٹ کی تاخیر سے پہنچے اور اس کا ازالہ مزید آدھ گھنٹہ اضافی وقت دے کر کیا۔ دو گھنٹے تک سوال و جواب کی یہ خصوصی نشست جاری رہی۔ اس دوران چار افراد نے تنظیم میں شمولیت کا تحریراً ارادہ ظاہر کیا۔ مگر امیر محترم کی ۲ بجے کی فلائٹ ملتان کے لئے تھی۔ جہاں سے پھر شجاع آباد جانا تھا اس لئے امیر محترم بقیہ کارروائی مقامی امیر تنظیم کے حوالے کر کے روانہ ہو گئے۔ اس طرح یہ عشرہ کاملہ تکمیل کو پہنچا۔

THE ORIGINAL
Coca-Cola
Have a Coke and a smile.
paragon

رفتارِ کار

امیرِ محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی دعوتی سرگرمیوں کے متعلق گذشتہ ماہ کے میثاق کے عرضِ احوال میں ۱۵ جنوری ۸۳ء تک کی رُوداد تو قدرے تفصیل سے عرض کی گئی تھی اور اگلے پندرھواڑے کے پروگراموں کا محض ذکر کیا گیا تھا۔ کراچی کے دورے کے علاوہ اب پنجاب کے ہر دورے میں لاہور کے رفقاء کا کم از کم تین افراد پر مشتمل ایک گروپ جانے کا مستقل فیصلہ کر لیا گیا ہے تاکہ ہر مقام پر امیرِ محترم کی شخصیت اور تنظیم کی دعوت سے دلچسپی رکھنے والوں سے قریبی تعلقات قائم ہو سکیں اور ان روابط کو ان شہروں میں "تنظیمِ اسلامی" کی مقامی شاخ کے قیام کے سلسلہ میں مفید طریق پر استعمال کیا جا سکے۔ ۱۷ جنوری سے ۱۲ فروری ۸۳ء تک کی بیرونِ لاہور کی دعوتی دوروں کی قدرے تفصیل سے رُوداد پیشِ خدمت ہے۔ جس میں لالہ موسےٰ، سرگودھا اور میانوالی کے دورے کی رُوداد آزاد کشمیر کے ہمارے رفیق سید محمد آزاد صاحب کی مُرتب کردہ ہے:

لالہ مُوسےٰ

۱۷ جنوری بروز پیر امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب انجمن اشاعت التوحید والسنّۃ کی دعوت پر لالہ موسےٰ تشریف لے گئے اور اُسی روز بعد نمازِ عشاء جامع مسجد ٹھٹھرے والی میں "سیرۃ النبیؐ" کے عنوان پر عظیم الشان جلسہ منعقد ہُوا جس میں محتاط اندازے کے مطابق چار ہزار افراد کا مجمع تھا۔ مسجد میں تِل دھرنے کو جگہ باقی نہ تھی۔ حاضرین میں بے پناہ جوش و خروش دیکھنے میں آیا۔ امیرِ محترم کا خطاب سُننے کے لیے بھمبر، میرپور، گوجر خاں، دینہ اور جہلم جیسے دُور دراز مقامات سے لوگ تشریف لائے تھے۔ جلسہ کی کارروائی تلاوتِ قرآنِ حکیم سے شروع ہوئی۔ تلاوت کے بعد سیّد ضیاء اللہ شاہ صاحب بخاری نے مختصر خطاب کیا جو مشہور عالمِ دین اور مبلغ توحید جناب مولانا سیّد عنایت اللہ صاحب بخاری مدظلہٗ تعالیٰ کے فرزندِ ارجمند ہیں۔ ازاں بعد امیرِ محترم نے "سیرت النبیؐ کی روشنی میں ہمارے دینی فرائض" کے موضوع پر ڈیڑھ گھنٹہ تک نہایت جامع انداز میں خطاب فرمایا۔

حاضرین جوشِ جذبات میں نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے رہے۔ اور یہ جوش و جذبہ جلسہ کے اختتام تک بڑھتا ہی رہا۔ حافظ محمد مطیع اللہ صاحب اور اُن کے رفقائے جلسہ کا انتظام نہایت احسن طریق پر کر رکھا تھا۔ مسجد کے بیرونی حصّہ میں انجمن خدام القرآن کی مطبوعات اور کیسٹ سیریز کے سٹال بھی لگائے گئے تھے۔ سٹال پر بھی لوگوں کی دلچسپی دیدنی تھی۔

سرگودھا

۲۳ جنوری بروز اتوار امیر محترم "نوجوانانِ توحید و سُنّت" کی دعوت پر بذریعہ کار سرگودھا تشریف لے گئے۔ اسی روز بعد از نمازِ عشاء جامع مسجد ضیاء العلوم، واٹر سپلائی روڈ میں ایک عظیم الشان جلسہ سیرت النبیؐ سے آپ نے دو گھنٹہ تک مفصّل خطاب فرمایا، آپ کی تقریر کا موضوع "سیرت النبیؐ کی روشنی میں ہمارے دینی فرائض" تھا۔ مسجد کا وسیع احاطہ حاضرین سے بھرا ہُوا تھا اور ڈاکٹر صاحب کا خطاب سُننے کے لیے لوگ دُور دُور سے آئے تھے۔ جمعیت نوجوانانِ توحید و سُنّت کے صدر مولانا محمد عطاء اللہ صاحب بندیالوی اور ملک ضیاء الحق صاحب جنرل سیکرٹری نے اس جلسہ کے لیے بہت سرگرمی سے کام کیا تھا۔ اراکین نوجوانانِ توحید و سنّت کا ذوق و شوق قابلِ ستائش تھا اور حاضرین کا جوش و خروش قابلِ دید۔ اس موقع پر مسجد کے گیٹ کے قریب امیر محترم کی تصانیف کا مکتبہ بھی لگایا گیا تھا جس کی نگرانی قاضی عبد القادر صاحب قیّم تنظیم اسلامی کر رہے تھے۔

۲۴ جنوری بروز پیر گیارہ بجے قبل دوپہر گورنمنٹ ڈگری کالج سرگودھا میں عظیم الشان جلسہ سیرت النبیؐ منعقد ہُوا جس میں کثیر التعداد طلباء اور معزز شہریوں نے شرکت کی۔ کالج کی انتظامیہ نے خصوصی دلچسپی لے کر جلسہ کو کامیاب بنایا۔ امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں حضورؐ کی سیرتِ مقدسہ کے اہم واقعات پر روشنی ڈالتے ہوئے حاضرین پر زور دیا کہ وہ حضورؐ کی زندگی کے عملی پہلوؤں کو اپنی زندگیوں کے لیے مشعلِ راہ بنائیں۔ یہ تقریر بھی ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہی۔ یہاں بھی مکتبہ لگایا گیا تھا اور اچھی خاصی نکاسی ہوئی۔

میانوالی

سرگودھا سے فارغ ہو کر امیر محترم ایک بجے بعد دوپہر میانوالی کے لیے روانہ ہوئے اور کندیاں میں حضرت مولانا

خاں محمد صاحب سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ سے ملاقات کرنے کے لیے تشریف لے گئے اور وہاں کچھ وقت گزارا۔ بعد نمازِ عشاء جامع مسجد میاں سلطان علی مرحوم میانہ محلہ میانوالی میں عظیم الشان جلسۂ سیرت النبیؐ منعقد ہوا جس میں حاضرین کی تعداد چار ہزار سے زائد ہوگی جو سرگودھا سے بڑھ گئی تھی۔ امیرِ محترم نے جامع انداز میں حضورؐ کی سیرت پر مفصل خطاب فرمایا۔ یہاں بھی نوجوانانِ جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کا دینی ذوق اور حسنِ انتظام قابلِ تعریف تھا۔ جلسہ کی صدارت مولانا محمد امیر صاحب نے فرمائی۔ موصوف یہاں کی معروف علمی شخصیت ہیں اور ان کی خدمات کا تذکرہ یہاں ہر کسی کی زبان پر ہے۔ محمد اقبال صاحب توحیدی، خواجہ محمد اسلم صاحب اور خواجہ محمد افضل صاحب (برادران) نیز ظفر اقبال صاحب صدر جمعیت نوجوانانِ توحید وسنت نے اس جلسہ کے انتظامات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور مہمانوں کی خدمت میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی اقبال توحیدی صاحب دعوت نامہ لے کر لاہور تشریف لائے تھے اور پھر سرگودھا بھی آ گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان نوجوانوں کے دینی ذوق میں بیش از بیش ترقی عطا فرمائے۔ آمین !

ان مقامات کے اجتماعات کی خاص بات یہ ہے کہ ان میں شرکت کے لیے دُور دراز مقامات سے لوگ آئے تھے۔ میانوالی کے جلسے میں شرکت کے لیے تنظیم کے رفیق ڈاکٹر احمد حسن ہاشمی صاحب کی سرکردگی میں داؤد خیل سے لوگوں سے بھری ہوئی کئی بسیں آئی تھیں۔ ان حضرات کا شدید اصرار تھا کہ آئندہ داؤد خیل میں پروگرام ضرور رکھا جائے۔ سرگودھا اور میانوالی میں ڈاکٹر صاحب کا یہ پہلا دعوتی دورہ تھا۔ ڈاکٹر صاحب کی کتب اور کیسٹوں کے تمام اجتماعات میں اسٹال لگائے گئے۔ جن کی فروخت ہماری توقع سے بہت زیادہ بڑھ کر رہی۔

ڈاکٹر محمد انور خان نیازی صاحب (جو امیرِ محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے کلاس فیلو ہیں اور تیس سال بعد ملاقات ہوئی) نے قیام اور طعام کا ایسا بہترین انتظام کیا جو ہمیشہ یاد رہے گا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ ۲۵ جنوری منگل کے روز دس بجے دن امیرِ محترم نے منڈی میانوالی میں انجمن تاجران کے اجتماع سے خطاب کیا اور تاجران پر زور دیا کہ وہ تجارت کے اسلامی اصولوں کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں۔

اس موقع پر کلیم اللہ صاحب (چیپ میڈیکل اسٹور والے) سیکریٹری انجمن تاجران نے نہایت شاندار اور اچھے کلمے الفاظ میں امیرِ محترم کی دینی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا۔
صدر جلسہ کی رقت انگیز دعا پر جلسہ ختم ہوا۔
ساڑھے گیارہ بجے ضلع کچہری میں بار رُوم میں وکلاء سے امیرِ محترم نے خطاب فرمایا اور بتایا کہ مملکتِ خداداد پاکستان کی بقاء صرف اسی صورت میں ممکن ہے، کہ یہاں اسلامی نظام قائم کیا جائے۔ ازاں بعد پریس کے نمائندوں سے گفتگو ہوئی ۔۔۔
میانوالی سے واپسی پر امیرِ محترم واں بھچراں تشریف لے گئے جہاں انہوں نے جناب مولانا حسین علی رح کی قبر پر دعائے مغفرت اور بلندی درجات کے لیے دعا کی۔ جو مولانا غلام اللہ مرحوم اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری مدظلہ کے استاذ تھے۔ نیز اُن کے صاحبزادے سے ملاقات کی۔ اس طرح یہ کامیاب دورہ اپنے اختتام کو پہنچا۔ اور امیرِ محترم اپنے چند رفقاء کی معیت میں مراجع لاہور ہوئے۔
جیسا کہ اس سے قبل عرض کیا جا چکا ہے کہ امیرِ محترم ہر انگریزی ماہ پہلی پیر کو اسلام آباد/ راولپنڈی کے دورے پر تشریف لے جایا کرتے ہیں جہاں اسی روز بعد نمازِ مغرب انجمن خدام القرآن اسلام آباد/ راولپنڈی کی شاخ کے زیرِ اہتمام کمیونٹی سنیٹر آب پارہ اسلام آباد میں ماہانہ درسِ قرآن ہوتا ہے۔ اس ماہ فروری میں تین دن (۵ تا ۷ فروری) امیرِ محترم نے اسلام آباد/ راولپنڈی میں گزارے جس کی اجمالی رُوداد ہمارے نوجوان رفیق شعیب رحیم صاحب کی مرتب کردہ پیشِ خدمت ہے :۔

اسلام آباد/ راولپنڈی

امیرِ محترم ۵ فروری بروز اتوار ہوائی جہاز سے اسلام آباد پہنچے۔ اُسی روز اقبال ہال اسلام آباد میں جلسہ سیرت النبی زیرِ صدارت جناب شاکر اللہ درانی منعقد ہوا۔ ڈاکٹر صاحب سے پہلے پروفیسر انعام اللہ جان صاحب نے سیرت کے موضوع پر مختصر تقریر کی۔ بعد ازاں امیرِ محترم نے پونے دو گھنٹے سیرت مطہرہ کے انقلابی پہلو پر تقریر فرمائی۔ ہال کے صدر دروازے کے سامنے مکتبہ لگایا گیا لیکن اُس روز چونکہ سردی زیادہ تھی اس لیے حاضری تین سو تک رہی یہ جلسہ مغرب کے بعد شروع ہوا تھا۔ رات کا قیام تنظیم کے رفیق واسطی صاحب پرنسپل نیری لینڈ ہائی اسکول کے گھر پر رہا۔ رات چونکہ ڈاکٹر صاحب بے آرام رہے اس لیے

فجر کی نماز کے بعد آپ نے آرام کیا۔ دوپہر ۱۱ بجے سے ملاقاتیوں کا سلسلہ رہا۔ ۷ فروری بروز پیر ڈاکٹر صاحب کا درس کمیونٹی سنٹر اسلام آباد میں ہُوا۔ یہ درس ہر مہینے کے پہلے پیر کو ہوتا ہے۔ حاضری لگ بھگ ۴۰۰ تھی۔ لوگوں نے پوری توجہ اور یکسوئی کے ساتھ درس سُنا۔ درس کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ بھی ہُوا۔ مکتبے پر بھی لوگوں کا ہجوم رہا۔

تیسرا پروگرام ۸ فروری بروز منگل بعد نمازِ ظہر جامع مسجد گنج منڈی میں ہُوا۔ یہاں پر زیادہ تر منڈی کے تاجران اور کچھ دوسرے افراد نے شرکت کی۔ حاضری پہلے دروس کی طرح رہی۔ خطاب کے بعد منڈی کے تاجران نے ڈاکٹر صاحب کی تالیفات اور دروس کے کیسٹ کثیر تعداد میں خریدے۔ عصر کی نماز وہیں ادا کی گئی۔

اس کے بعد فیری لینڈ ہائی اسکول میں عشاء تک سوال و جواب کی نشست رہی جس میں تقریباً ۵ افراد موجود تھے۔ بعد ازاں ۹ افراد نے بیعت کی۔

۹ بجے شب کی فلائٹ سے ڈاکٹر صاحب واپس لاہور تشریف لے آئے۔

عرصہ زیرِ رپورٹ میں امیرِ محترم دو مرتبہ دروس و خطابات کے لیے کراچی تشریف لے گئے۔ ان دوروں کی روداد حسبِ ذیل ہے :۔

کراچی

عرصہ زیرِ رپورٹ میں امیرِ محترم کے کراچی کے دو دعوتی دورے ہوئے۔ پہلا ۲۶ جنوری سے ۳۰ جنوری اور دوسرا ۹ تا ۱۱ فروری۔ ۲۶ جنوری ۸۳ء کو بعد نمازِ ظہر پی۔ آئی۔ ڈی۔ سی ہاؤس میں سیرت النبیؐ کے موضوع پر خطاب ہُوا۔ انتظامیہ کی جانب سے "نبی اکرمؐ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں" نامی امیرِ محترم کے خطاب کے تین سو نسخے شرکاء میں تقسیم کیے گئے۔ کراچی کی تنظیم کا جو تربیتی اجتماع ہر بدھ کو دفترِ تنظیم میں ہوتا ہے، امیرِ محترم نے بعد نماز مغرب اس میں شرکت کی۔ نیز شرکاء کے سوالات کے جوابات دیئے۔ ۲۷ جنوری کو بعد نماز عصر پی۔ ایس۔ او کیماڑی ٹرمینل میں سیرت النبیؐ کے موضوع ہی پر تقریر ہوئی۔ یہاں بھی مذکورہ بالا کتابچہ یونین کی طرف سے شرکاء میں تقسیم کیا گیا۔ ۲۷ جنوری کی شب کو انجمن باشندگان بلاک نمبر ۲ ناظم آباد (رجسٹرڈ) کراچی کے زیرِ اہتمام ایک جلسۂ عام کو جو میونسپل پارک میں جناب عبدالستار افغانی رئیس بلدیہ عظیم کراچی کی زیرِ صدارت منعقد ہُوا، امیرِ محترم نے "نبی اکرمؐ کی سیرت کا انقلابی پہلو" کے موضوع پر خطاب کیا۔ جلسہ کے واحد مقرر ڈاکٹر صاحب

ہی تھے۔ اس جلسہ میں حاضری بے پناہ تھی۔ تمام پنڈال کھچاکھچ بھرا ہُوا تھا۔ اور ہر سو لوگ کھڑے ہوئے تقریر سُنتے رہے۔ شرکاء کی تعداد چھ سات ہزار کے لگ بھگ ہو گی۔ الحمد للہ تقریر نہایت جامع اور موثر تھی۔ پورے مجمع پر مسحوریت کی سی کیفیت تھی اور پورا مجمع گہرے انہماک سے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے انقلابی پہلو کو سُنتا رہا کہ کس طرح محبوب رب العٰلمین اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ نے جاں گسل مصائب ومشکلات برداشت کر کے اور جان و مال کی قربانیاں دے کر اور انسانی سطح پر قدم بقدم چل کر جزیرہ نما عرب میں اسلامی انقلاب برپا کیا تھا۔ مجمع میں والہانہ جوش وخروش تھا۔ اسی شب اللہ تعالیٰ کی قدرت کا یہ کرشمہ بھی نظر آیا کہ عشاء کے بعد ناظم آباد نمبر ۲ کے علاوہ ناظم آباد ہی میں دوسرے مقامات پر اچھی خاصی بارش ہوئی۔ اس جلسہ کو امیرِ محترم نے تقریباً دو گھنٹے خطاب کیا۔

۲۸ جنوری بروز جمعہ امیرِ محترم نے جامع مسجد بلاک نمبر ۴ نزد ہادی مارکیٹ میں اجتماعِ جمعہ سے خطاب فرمایا۔ اِس خطاب کا موضوع تھا "دعوتِ اسلامی کا نقطہ آغاز: انذار"۔ بارہ بجے سے مسجد کا وسیع وعریض ہال پُر ہو چکا تھا اور ½ ۱۲ بجے تک وسیع وعریض صحن بھی پورا بھر گیا تھا۔ پورے ناظم آباد کے علاقوں میں یہ سب سے بڑی مسجد ہے۔ مجمع کا یہ عالم تھا کہ مسجد کے باہر تین اطراف کی سڑکیں بھی پُر ہو گئی تھیں۔

۲۸ جنوری کو بعد نماز مغرب امیرِ محترم نے پاکستان اسٹیل ملز کی یونین کے زیرِ اہتمام مِل کے ٹاؤن شپ میں بعد نماز مغرب منعقد ہونے والے ایک جلسہ عام میں "سیرتِ مطہرہ کے انقلابی پہلو" کے موضوع پر تقریر کی۔ اس جلسے میں اسٹیل ملز کے بے شمار کارکنان شریک تھے۔ حاضری اور شرکاء کا ذوق وشوق اور جوش وخروش دیدنی تھا۔ جلسہ کے بعد امیرِ محترم کے اعزاز میں یونین اور انتظامیہ کی طرف سے عشائیہ کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔ ان تمام پروگراموں میں قاضی عبدالقادر صاحب قیم تنظیم اسلامی بھی شریک رہے تھے۔

۲۹ جنوری بروز ہفتہ امیرِ محترم نے کراچی ایڈمنسٹریشن سوسائٹی (ڈی ای سی ایچ ایس) کی مسجد میں بعد نمازِ فجر درسِ قرآن دیا۔ اسی روز امیرِ محترم نے سٹی پوسٹ آفس کمپاؤنڈ میں بعد نمازِ ظہر سیرت النبیؐ کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ جس میں پوسٹ آفس سے متعلق

کارکنان بڑی تعداد میں شریک تھے۔ اِسی شب کو ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی کی مقتدر شخصیت ولی محمد صاحب کے مکان پر "ہمارے دینی فرائض" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ یہ ایک مخصوص نشست تھی جس میں میزبان کے احباب اور سوسائٹی کے معززین شریک ہوئے تھے جو سب کے سب اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے۔ خطاب کے بعد میزبان جناب ولی محمد صاحب کی طرف سے عشائیہ دیا گیا۔

۳۰ جنوری بروز اتوار امیرِ محترم کی ۱۲ بجے دن لاہور مراجعت ہوئی اور یہ مختصر دورہ اختتام پذیر ہُوا۔

دوسری مرتبہ دو دن کے مختصر دورے پر امیرِ محترم ۹ فروری بروز بدھ کراچی تشریف لے گئے جہاں اسی روز بعد نمازِ ظہر اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے وسیع و عریض ہال میں "سیرت النبیؐ کا انقلابی پہلو" کے موضوع پر تقریباً پونے دو گھنٹے تقریر فرمائی جسے شرکا نے بڑے انہماک سے سُنا۔ اِس اجتماع میں اسٹیٹ بینک کے اعلیٰ افسران اور اسٹاف ممبران کے علاوہ دیگر معززین بھی شریک تھے۔۔۔۔ اسی دن بعد نمازِ مغرب امیرِ محترم حکیم ممتاز احمد ہلال صدیقی صاحب کے مکان واقع مارٹن کوارٹرز جہانگیر ایسٹ میں مدعو تھے۔ جہاں انہوں نے حکیم صاحب موصوف کے صاحبزادے کی تقریب بسم اللہ میں "مسلمانوں پر قرآنِ مجید کے حقوق" کے موضوع پر مختصر خطاب کیا۔۔۔۔ بعد ازاں عشائیہ میں شرکت کی۔

۱۰ فروری بروز جمعرات امیرِ محترم نیو کراچی گودھرا کیمپ تشریف لے گئے۔ جہاں کچھ دن پہلے اہلِ تشیع اور اہلِ سنّت کے دو گروپوں میں خون ریز آویزش ہوئی تھی۔ سُنّی آبادی کے گھروں اور ایک مسجد کو دوسرے فریق کے ہاتھوں شدید نقصان پہنچا تھا۔ امیرِ محترم نے وہاں بر موقع لوگوں سے ملاقات کی اور حالات معلوم کیے اور متاثرین کے ساتھ اظہارِ ہمدردی کیا۔ اِسی دن اُس پریس کانفرنس میں بھی شرکت کی، جو اہلِ سنّت کی متعدد مشہور تنظیموں کی طرف سے بُلائی گئی تھی۔ جس میں علامہ طاہر المکی نے اپنا بیان پیش فرمایا تھا۔ اس بیان میں وقوع پذیر ہونے والے سانحے کے متعلق صحیح صورتِ حال بیان کی گئی تھی اور مقامی انتظامیہ کے اس رویّے پر احتجاج کیا گیا تھا کہ دوسرے فریق کی کثیر تعداد کی جانب سے کراچی کی مشہور شاہراہ پر دھرنا

مارنے کے دباؤ میں آکر اس فریق کے تمام مطالبات جو سراسر ناانصافی پر مبنی تھے، منظور کر لیے گئے تھے۔ علامہ المکی صاحب نے اپنے بیان میں اس بات پر زور دیا تھا کہ اعلیٰ سطح کی تحقیقات کے بغیر محض طاقت کے خلافِ قانون مظاہرے سے دباؤ میں آکر ناجائز مطالبات منظور کر کے مقامی انتظامیہ نے ایک ایسی بُری مثال قائم کی ہے جو کراچی ہی نہیں بلکہ پورے ملک کے لیے انتہائی تشویشناک ہے۔ اسی اخباری بیان میں تمام اہلِ سنت کی تنظیموں کی طرف سے حکومتِ پاکستان سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ مقامی انتظامیہ کے اس اقدام کو کالعدم قرار دے اور اعلیٰ پیمانے پر غیر جانبدارانہ تحقیقات کرائے اور جو مجرم ثابت ہو انہیں قرارِ واقعی سزا دے۔

اسی دن امیرِ محترم ملک کی نامور دینی و سیاسی بزرگ شخصیت مولانا ظفر احمد صاحب انصاری رکن اسلامی نظریاتی کونسل سے ملاقات کے لیے ان کے مکان پر تشریف لے گئے جہاں مولانا موصوف سے ملک کے دینی۔ سیاسی اور اخلاقی حالات و معاملات پر تبادلۂ خیالات ہوا۔ اسی روز شب کو امیرِ محترم نے کراچی ایڈمنسٹریشن سوسائٹی (پی۔ ای۔ سی۔ ایچ۔ ایس) میں ایک اجتماعِ عام میں سیرت النبیؐ کا بیان فرمایا۔

۱۱ فروری بروز جمعہ کی صبح ساڑھے دس بجے کی پرواز سے کراچی سے لاہور مراجعت ہوئی۔

لاہور امیرِ محترم کے بیرونِ لاہور کے دوروں کا عالم یہ ہے کہ اب ان کا قیام لاہور میں ایک ماہ کے دوران بحیثیتِ مجموعی ایک عشرے سے زیادہ نہیں ہوتا۔ وہ بھی اس طرح کہ عموماً ایک دورے سے رات واپسی ہوئی تو دوسرے دن کسی دوسرے مقام پر روانگی کا مرحلہ درپیش ہوا۔ یا صبح واپسی ہوئی تو رات کو کسی دوسرے مقام کا عزمِ سفر ہے۔ البتہ کوشش یہ ہوتی ہے کہ موصوف جمعہ اور ہفتہ لاہور میں گزاریں تاکہ مسجد دارالسلام باغِ جناح کے خطابِ اجتماعِ جمعہ اور ہفتہ کو مسجد شہداء ریگل چوک کا ہفتہ وار درسِ قرآن کا ناغہ نہ ہو۔ لاہور کے قیام کے دوران بھی ملاقاتوں اور دیگر دروس و خطابات کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ملاقاتوں کا اوسط کافی بڑھ گیا ہے۔ لاہور، پاکستان کے دیگر مقامات اور اب بیرونِ پاکستان سے بھی بعض حضرات بالخصوص پریس

کے نمائندے رجوع کرتے رہتے ہیں۔ خود امیرِ محترم بھی مختلف حضرات سے ملاقات کے لیے جاتے رہتے ہیں۔۔۔۔ ۲۰ جنوری کو کراچی سے مراجعت کے بعد ۲۱ جنوری کو بعد نماز عشاء نیو شادباغ کی مسجد جامعہ قاسمیہ میں "سیرت النبیؐ کا انقلابی پہلو" کے موضوع پر خطاب کیا۔ اس اجتماع کا انتظام انجمن دعوت الحق شادباغ نے کیا تھا اور اس کے مہمانِ خصوصی جناب خواجہ شہزاد ناصر صاحب چیئرمین زکوٰۃ کمیٹی نیو شادباغ تھے۔ ۲۸ جنوری کے مسجد دارالسلام کے اجتماعِ جمعہ اور ۲۹ جنوری کے مسجد شہداء کے درس کا کراچی کے دورے کے باعث ناغہ رہا۔ ان دونوں کے علاوہ بحمداللہ یہ پروگرام باقاعدگی سے چل رہے ہیں۔ اجتماعِ جمعہ میں صلوٰۃ جمعہ کے بعد محترم ڈاکٹر صاحب نے سوالات کے جوابات کا سلسلہ بھی شروع کر دیا ہے۔ مسجد شہداء میں مطالعہ قرآن حکیم کے منتخب نصاب میں سے سورۃ العنکبوت کا آخری درس ۱۲ جنوری کو بفضلہٖ تعالیٰ وعونہٖ مکمل ہو گیا ہے۔ اب ان شاء اللہ ۱۹ فروری ۸۲ء سے اس مسجد میں قرآن حکیم کے مسلسل درس کی تجدید ہو گی جو بحمداللہ پچیسویں پارے کی بیالیسویں سورت، سورۃ الشوریٰ تک مکمل ہو چکا ہے۔ ۲۱ جنوری کو قرآن اکیڈمی کی جامع قرآن میں بعد نمازِ مغرب تینتالیسویں سورت، سورۃ الزخرف کے درس کا آغاز ہوا تھا لیکن چند انتظامی تبدیلیوں اور ان لوگوں کے اصرار سے جن کو شہر سے ماڈل ٹاؤن آمد و رفت میں دشواری ہوتی ہے، اس مسلسل درس کو مسجد شہداء میں منتقل کیا جا رہا ہے۔ دو تین ماہ قبل سے جمعہ و ہفتہ کی درمیانی شب کو قرآن اکیڈمی میں رفقاءِ تنظیم کے لیے تربیتی اور قیام اللیل کا پروگرام ہوتا تھا۔ اب یہ پروگرام جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب کو کر دیا گیا ہے۔ اس پروگرام کا ۳ فروری ۸۲ء سے آغاز ہو گیا ہے۔ اس میں امیرِ محترم فرد کی تربیت کے نقطۂ نظر سے قرآن حکیم کے منتخب مقامات کا درس دیا کریں گے۔ چنانچہ پہلا نہایت مؤثر درس جو سورہ المائدہ کی آیات ۵۴ تا ۵۶ پر مشتمل تھا، ۳ فروری کو ہوا۔ درس کے علاوہ اس اجتماع میں تربیتی نقطۂ نظر سے درسِ حدیث، مذاکرہ، مطالعۂ سیرت، ادعیہ مسنونہ و ماثورہ، حاصلِ مطالعہ اور تنظیم اسلامی کی مطبوعات کے چیدہ چیدہ حصوں کا مطالعہ بھی شامل ہے۔ امیرِ محترم ۱۱ فروری کو کراچی کے دورے کی وجہ سے درس نہ دے سکے۔ نہ ہی ۱۷ فروری کو فیصل آباد کے دورے کے باعث اس پروگرام درس ہو سکے گا۔ لیکن آئندہ ان شاء اللہ بیرونِ

لاہور کے پروگراموں میں اس کا لحاظ رکھنے کی پوری کوشش کی جائے گی کہ امیرِ محترم کا اس شب کو لاہور ہی میں قیام رہے۔ یہ پروگرام اللہ تعالےٰ کے فضل سے کافی کامیاب ثابت ہو رہا ہے۔ اس میں لاہور کی چاروں تنظیموں کے رفقاء شریک ہو رہے ہیں۔ لاہور کے رفقاء کے لیے اس پروگرام کو ہفتہ وار خصوصی اجتماع اور مسجد دارالسلام میں جمعہ میں شرکت کو عمومی اجتماع قرار دے دیا گیا ہے۔ ان پروگراموں کو ہمارے رفیق قمر سعید قریشی منظم کر رہے ہیں جن کو امیرِ محترم نے لاہور کے لیے اپنے نائب کی حیثیت سے امیر مقرر کیا ہے۔

امیرِ محترم نے ۱۱ فروری ۸۴ء کے اجتماعِ جمعہ میں حسب ذیل قرار داد پیش کی جو متفقہ طور پر منظور کی گئی۔

> "اہالیانِ لاہور کا مسجد دارالسلام باغِ جناح کا یہ عظیم اجتماعِ جمعہ حکومتِ پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ نیو کراچی گودھرا کیمپ میں مسجد اور امام باڑے کے تنازعے کے ضمن میں کراچی کی مقامی انتظامیہ نے ایک فریق کے جارحانہ مظاہرے کے پیشِ نظر جو یک طرفہ فیصلے کیے ہیں، انہیں فی الفور واپس لیا جائے اور اس پورے معاملے کی اعلیٰ سطح کی عدالتی تحقیقات کرائی جائے اور جو لوگ بھی مجرم پائے جائیں انہیں قرار واقعی سزا دی جائے۔"[1]

صلوٰۃ جمعہ کے بعد امیرِ محترم نے بھائی محمد رفیع بٹ رفیقِ تنظیم کے بھائی کا نکاح پڑھایا اور حسبِ دستور خطبہ نکاح کی حکمتوں پر مختصر روشنی ڈالی۔ نیز شادی بیاہ کی تقاریب میں جو غیر اسلامی رسوم شامل ہیں ان سے اجتناب کی نصیحت کی۔

خواتین کا اجتماع

بفضلہٖ تعالیٰ لاہور میں ۱۴ خواتین بیعت کر کے تنظیم اسلامی میں شمولیت اختیار کر چکی ہیں۔ (دو خواتین نے

---

[1] اس قرارداد کا پس منظر زیرِ نظر مضمون ہی میں دورۂ کراچی کی رپورٹ کے ضمن میں بیان کیا جا چکا ہے!

کراچی میں، دو خواتین نے ٹورنٹو (کناڈا) میں اور سات خواتین نے شکاگو (امریکہ) میں امیرِ محترم کے ہاتھ پر بیعت کی ہوئی ہے)۔ فروری ۸۴ء سے لاہور میں ہر ماہ خواتین کے اجتماع کا سلسلہ شروع کر دیا گیا ہے۔ اس اجتماع کی غرض و غایت یہ ہے کہ ان خواتین کا باہمی تعارف ہو اور ربط و تعلق پیدا ہو۔ دوسری یہ کہ اپنے اپنے گھروں کو اسلامی رنگ میں رنگنے کی تدابیر اور ان کی عملی صورتوں کے لیے غور اور فیصلے ہوں۔ تیسری یہ کہ ان خواتین کی دینی ذمہ داریوں کی تذکیر کا انتظام ہو۔ اس سلسلہ کا پہلا اجتماع ۱۲۔ افغانی روڈ پر ۱۱ فروری کو بعد نمازِ عصر منعقد ہوا۔ جس میں شاملِ تنظیم خواتین کے علاوہ دیگر خواتین بھی شریک ہوئیں۔ کُل تعداد ۳۲ تھی۔ مغرب کے بعد پسِ پردہ بیٹھ کر امیرِ محترم نے اس اجتماع کو خطاب کیا جس میں اس بات کی تذکیر فرمائی ایک مومنہ خاتون کی حیثیت سے ان کی ذمہ داریاں کیا ہیں! اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عورت اور مرد کو اپنے اپنے اعمال کا حساب دینا ہو گا۔ اس روز نہ شوہر کام آئے گا نہ اولاد اور نہ ہی ماں باپ اور اعزہ و اقارب۔

صاحبِ خانہ کی طرف سے طعام کا انتظام بھی کیا گیا تھا۔ ان شاء اللہ خواتین کا یہ ماہانہ اجتماع باری باری ان خواتین کے گھروں پر منعقد ہوا کرے گا جو تنظیم میں شامل ہو چکی ہیں۔

۱۱ فروری تک امیرِ محترم کی دعوتی سرگرمیوں کی روداد الحمد للہ مکمل ہوئی جو ۱۲ فروری کو قلمبند ہوئی۔ اس تاریخ کو امیرِ محترم سیالکوٹ سیرت النبیؐ کے موضوع پر تقریر کرنے تشریف لے جا چکے ہیں ۔۱۷ فروری کو فیصل آباد میں درسِ قرآن کا پروگرام طے ہے۔ وہاں سے ۱۸ فروری کو واپسی ہوگی۔ پھر اسی ماہ ڈاکٹر صاحب کے کراچی کے لیے دو دعوتی دورے طے ہو چکے ہیں۔ ان شاء اللہ ان کی روداد آئندہ پیشِ خدمت ہوگی۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوۡتُنَّ
اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ۃ وَاعۡتَصِمُوۡا
بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا ۔

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED

کرکٹ کے بارے میں

ڈاکٹر اسرار احمد امیر تنظیم اسلامی کا وضاحتی بیان

جو پاکستان کے متعدد روزناموں میں مختصراً شائع ہوا

ہمارے ملک میں سیاست پر پابندی کے باعث اخبارات کو چونکہ گرما گرم خبریں نہیں ملتیں لہٰذا بعض اخبارات نے یہ مشغلہ اختیار کر لیا ہے کہ بعض معاملات کو ان کی اصل اہمیت سے زیادہ اچھال کر اور ——— ان کے ضمن میں ادھر اُدھر سے مخالفانہ یا موافقانہ باتیں حاصل کر کے جو بسا اوقات بالکل غلط اور سیاق سباق سے جُدا بلکہ "طبعزاد" بھی ہوتی ہیں، اپنے قارئین کی دلچسپی کا سامان فراہم کرتے ہیں — کرکٹ کے کھیل کے بارے میں میری رائے کے ساتھ بھی کچھ اسی طرح کا معاملہ ہوا ہے — چنانچہ کراچی کے بعض انگریزی اخبارات نے اس مسئلے کو سب سے بڑی سُرخی کا بھی موضوع بنایا ہے اور اسلام آباد کے ایک روزنامے نے تو یہاں تک کیا ہے کہ میری طرف ایک ایسی بات منسوب کی جس کا میری زبان سے ادا ہونا تو درکنار کبھی میرے حاشیۂ خیال میں بھی گزر نہیں ہوا تھا اور ستم بالائے ستم یہ کہ اُس پر ایک ادارتی نوٹ بھی لکھ مارا — بنا بریں میں اس ضمن میں اپنے خیالات کو اختصار کے ساتھ پیش کر رہا ہوں اور قومی اخبارات سے اپیل کرتا ہوں کہ میرے اس بیان کو حتی الامکان من وعن شائع کر دیں -

۱ - جہاں تک کرکٹ کے کھلاڑیوں کا تعلق ہے، مجھے ہرگز ان سے نہ کوئی پرخاش ہے نہ بغض — بلکہ ان میں سے جنہوں نے محنت، مشقت اور ریاضت سے اُس میں مہارت حاصل کی ہے، پوری قوم کی طرح میرے دل میں بھی "کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی!" کے مصداق ان کی قدر ہے -

۲ - اسی طرح خود کرکٹ کے کھیل کے بارے میں بھی میں نے کبھی کوئی اعتراض

دین و مذہب کے نقطۂ نگاہ سے نہیں کیا - دین و مذہب کے اعتبار سے یہ بھی دوسرے کھیلوں کے مانند ایک کھیل ہے لہٰذا اگر ان سے مناسب تفریح یا جسمانی ورزش کے مقاصد حاصل ہوں تو ہرگز کوئی قابل اعتراض بات نہیں لیکن اگر انکے باعث دینی فرائض سے غفلت ہوجائے تو سخت قابلِ مذمت ہیں لیکن یہ معاملہ سب کھیلوں کا ہے صرف کرکٹ کا نہیں!

۳ - البتہ قومی اور ملکی نقطۂ نظر بالخصوص قومی معاشیات کے اعتبار سے میرے نزدیک کرکٹ کے کھیل میں متعدد پہلو محلِ نظر ہیں اس لئے کہ اس میں وقت اور پیسے کا صرف بلکہ ضیاع بہت ہے اور اس کے مقابلے میں فوائد کا پہلو بہت کم - چنانچہ اس کا میچ پانچ پانچ روز تک جاری رہتا ہے جس کے دوران لوگوں کی ایک کثیر تعداد کی توجہ اسی ہی کی جانب مرکوز رہتی ہے - نہ طالب علم اپنی تعلیم کی جانب متوجہ ہوتے ہیں نہ اہل کار اپنے اپنے فرائض منصبی کی جانب - پھر اس میں حرکت بھی بہت سست رہتی ہے اور فاسٹ ایکشن بس کبھی کبھی ہی ہوتا ہے - ان سب پر مستزاد یہ کہ اکثر و بیشتر میچ ہار جیت کے فیصلے کے بغیر ہی ختم ہوجاتے ہیں - شاید یہی وجہ ہے کہ کرکٹ کے کھیل کو اولمپک کھیلوں میں شامل نہیں کیا گیا ہے - اس کھیل کے یہ نقائص اتنے اظہر من الشمس ہیں کہ ان کے بارے میں دلائل دینے کی قطعاً حاجت نہیں ہے - اور ان دنوں یہ باتیں بہت سے ملک و ملت کے بہی خواہوں کی جانب سے تفصیل کے ساتھ سامنے لائی جاچکی ہیں -

۴ - بنا بریں میری خواہش اوّل تو یہ ہے کہ اس معاملے پر کرکٹ کے شائقین اور کھیلنے والوں سمیت سب حلقے سنجیدگی سے غور کریں اور اس کھیل کو قومی و ملی مصلحتوں کے پیشِ نظر ملک بدر ہی کر دیں - بصورت دیگر اگر فوری طور پر یہ انتہائی قدم گوارا نہ ہو تو بھی کم از کم یہ اقدامات ضرور کئے جائیں!

(۱) ایک یہ کہ جمعہ کے روز یہ کھیل کسی صورت میں نہ کھیلا جائے - (واضح رہے کہ اس کھیل کی اصل جنم بھومی یعنی انگلستان میں اتوار کو یہ کھیل نہیں کھیلا جاتا) -

(۲) دوسرے یہ کہ اس کھیل کی تشہیر قومی ذرائع ابلاغ یعنی ریڈیو اور ٹی وی

کے ذریعہ بند کر دی جائے - تاکہ شائقین اسے کھیل میدان میں جاکر دیکھیں اور وہاں بھرپور رونق ہو - لیکن ملک و قوم کے بقیہ پورے ماحول پر اس کھیل کے باعث تعطل کی سی کیفیت نہ ہو -

(۳) تیسرے یہ کہ اب تو محدود اوورز کے کھیل ان ممالک میں جہاں یہ کھیل زیادہ مقبول ہے کافی پسند کئے جاتے ہیں اگر پاکستان نے اس کھیل کو جاری رکھنا ہی ہے تو ایک روزہ محدود اوورز انٹرنیشنل کرکٹ تک ہی اسے محدود کیوں نہ رکھا جائے - اس سے وقت اور سرمائے کی کافی بچت ہوسکے گی اور کھیل لازماً ہار جیت پر ختم ہوگا جو لوگوں کے لئے دلچسپی کا باعث ہوگا -

خاکسار اسرار احمد عفی عنہ

(بقیہ "افکار و آراء")

ہیں، حیران ہوں، کہ دین میں آپ کا مطالعہ اور معلومات کسقدر عمیق ہیں الہدیٰ بند ہونے پر قدرت کا یہی منشاء تھا، کہ آپ منظر عام پر آکر دین کی خدمت کریں - الہدیٰ ٹی وی کے پردہ پر محدود لوگ سنا کرتے تھے اب آپکی مساعی جمیلہ سے عام لوگ استفادہ کر رہے ہیں - میں نے بہت دینی ادبی رسالے مطالعہ کئے ہیں - لیکن جس ترتیب فصاحت بلاغت پُراثر اسلوب آپکے الفاظ اور کلمات میں ہے وہ دل سے نکلی ہوئی بات معلوم ہوتی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ حقیقت صداقت پر مبنی ہے - نام و نمود کا اس میں شائبہ نہیں اس لئے آپکے مضامین کو بار بار پڑھنے پر بھی دل سیر نہیں ہوتا - میں نے میثاق سے آپکے دروس اور تقاریر کا پشتو میں ترجمہ شروع کیا ہے، اگرچہ ہم کلمات الفاظ کو وہ زینت نہیں دے سکینگے - جو میثاق میں ہوبہو آپکے زبان سے نکل کر ہم کو ملتی ہے لیکن حتی المقدور کوشش کر رہا ہوں، کہ آپ کی قرآن فہمی سے بہت زیادہ لوگ فائدہ اٹھا سکیں - اللہ تعالیٰ آپ کو صحت مند تا دیر سلامت رکھے - خاکسار کو ملنے کا شوق ہے - حیران ہوں، کہ کیسے مل سکونگا - والسلام

آپ کا عقیدتمند قاضی دلاور شاہ ساکن درسمند ضلع کوہاٹ

اَلتَّاجِرُ الْاَمِیْنُ الصَّدُوْقُ الْمُسْلِمُ مَعَ الشُّهَدَاءِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

(قولِ رسولؐ)

✡

IRAN-LAHORE TRADING CORPORATION

Flat Nos. 14-15, 63-Shadman Commercial Market
LAHORE — PAKISTAN

Cable Address :
PAYANDEPAK
Tel : 417353
TLX No. 44944 & 44942 CTO LH

☆

Reliable Exporters of :

- ★ Canvas Cloth (Waterproofed & Grey), Tents & Tarpaulins.
- ★ Cotton Yarn (Single / Twisted).
- ★ Hand-knotted Woollen Carpets.
- ★ Auto Spare Parts.

افکار و آراء

(۱)

مکرمی و محترمی السلام علیکم ۔ گو میں سمجھتا ہوں ۔ کہ انتی بات سے بگڑے معاشرے کی بگڑی تصویر ہی سامنے آتی ہے ۔ مگر جب آپ بات کریں گے تو اس کی صحت میں شبہ کی ہرگز گنجائش نہیں رہتی ۔

آپ کا قرآنی تعلیمات کا پروگرام اور دیگر درس و تدریس کا سلسلہ یقیناً ایک عظیم خدمت ہے ۔ جو آپ انجام دے رہے ہیں ۔

صدر پاکستان و چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جناب ضیاء الحق صاحب کے نام آپ کا حالیہ خط اس سمت آپ کی نہایت پُرخلوص کاوش ہے ۔ آپ نے جس طور حالات کا تجزیہ اور لائحہ عمل تجویز فرمایا ہے وہ آپ کی قوت ایمانی اور اعلیٰ تدبیر کا مظہر ہے ۔

ڈاکٹر صاحب ! فی الواقع کسی فوری تبدیلی کی توقع کرنا مشکل ہوگا ۔ کیوں کہ ہم مسلمانوں میں قول و فعل کا تضاد انتہا کو ہے ۔ جبکہ ایمانی کمزوری ہر جگہ عیاں ہے ہم سوچ بھی نہیں سکتے کہ مال و دولت اور شہرت کے علاوہ کوئی اور ذریعہ انسانی تحفظ اور بہتری کی ضمانت ہو سکتا ہے ۔

اس کے باوجود آپ نے سچائی کی جو مشعل بلند کر رکھی ہے ۔ وہ انشاء اللہ نادیر رہے گی اور فلاح و برکت کا باعث ہوگی ۔

۱۲ جنوری ۸۳ء تابعدار ۔ سردار اعوان ۔ ڈیفنس کراچی

(۲)

السلام علیکم ۔ ڈاکٹر صاحب محترم کے دوروں کا پروگرام نظر سے گزرتا رہتا ہے ۔ لوگوں میں اُن کے نام اور کام کا چرچا شروع ہو گیا ہے ۔ اور دن بدن زیادہ ہو رہا ہے ۔ اللّٰھم زد فزد

پرسوں ایک دوست کا خط کھاریاں گجرات سے آیا ۔ اُس نے ڈاکٹر صاحب کی تقریر ۔ سیرت نبیؐ ۔ سُنی ۔ وہ لکھتا ہے ۔ کہ زندگی میں پہلی بار حضورؐ کی سیرت

کو اس مؤثر انداز میں بیان ہوتے سُنی - ان کے خط کے الفاظ ہیں :" ۱۷ جنوری کو ڈاکٹر اسرار احمد صاحب ہمارے قریبی شہر لالہ موسیٰ میں سیرت النبیؐ کے جلسہ میں تقریر کے لیئے آئے تھے - اُنہیں پہلی بار دیکھا اور تقریر بھی پہلی بار سُنی خصوصی ملاقات کا تو وقت نہ تھا - بہرحال مصافحہ ہو گیا - میرے چند دوستوں نے کافی سعی کی اور وقت لے کر تقریر کروائی - واقعی مبلّغ قرآن ہیں - سیرت پر انتہائی انقلابی تقریر کی - لالہ موسیٰ میں عامۃ الناس نے بھی یہ محسوس کیا کہ واقعی سیرت کا یہ مفہوم ہے - جو ڈاکٹر صاحب نے بیان کیا - وہ ایک اہل علم آدمی ہیں - لکھتے ہیں - کہ صرف مصافحہ ہی کا موقع مِل سکا - والسلام -

دُعا کا محتاج ڈاکٹر شبیر بہادر خان پنی

(۳)

افسوسناک برطرفی

روزنامہ شہباز پشاور کا ۲۳ جنوری ۸۳ء کا اداریہ

پشاور کے معززین کی طرف سے آج کل اکثر ایسے بیانات جاری کئے جا رہے ہیں جن میں مسجد مہابت خان کے امام مولانا محمد یوسف قریشی کو بحال کرنے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے - مولانا محمد یوسف قریشی کو ایک ماہ قبل اُن کی امامت سے سرکاری طور پر برطرف کر دیا گیا اور جامعہ اشرفیہ پشاور کی شاخ واقع مسجد مہابت خان کو جو کہ دو کمروں پر مشتمل تھی سر بمہر کر دیا گیا صرافان اور علاقے کے باشندوں نے حکومت کے اس اقدام پر سخت احتجاج کا اظہار کیا اور حکومت کی جانب سے مقرر کئے گئے مسجد کے نئے امام کو ایک مرتبہ بھی امامت کرنے کی اجازت نہیں دی جس کی وجہ سے اُسے واپس لوٹنا پڑا مولانا محمد یوسف قریشی کے خلاف اس کارروائی کی اصل وجوہات کیا ہیں اس سلسلے میں حکومت کی طرف سے کوئی واضح طور پر اعلان نہیں کیا ہے - تاہم کہا جاتا کہ اُن کی برطرفی کی دو وجوہات ہیں پہلی وجہ مولانا محمد یوسف قریشی کے بھائی مولانا اشرف قریشی کی کالعدم جمعیت العلمائے اسلام کو (فضل الرحمان گروپ)

کے سربراہ مولانا فضل الرحمان کی گرفتاری کے خلاف تقاریر اور دوسرے وجہ صوبائی وزیر مذہبی امور کے مولانا محمد یوسف قریشی کے ساتھ ذاتی اختلافات ہیں جن کا اظہار وزیر موصوف متعدد بار کھلے عام کر چکے ہیں اور وہ بار بار یہ بھی کہتے ہیں کہ مجھے وزیر بنے اتنا طویل عرصہ گذر چکا ہے لیکن مولانا محمد یوسف قریشی ایک مرتبہ بھی میرے سلام کیلئے نہیں آئے۔

اگر مولانا یوسف قریشی کی برطرفی کی یہی وجوہات ہیں تو یہ ایک نہایت افسوسناک بات ہے کیونکہ اگر حکومت کے خلاف تقریر کی ہے تو وہ مولانا اشرف قریشی نے کی ہے اور یہ تقریر اگر حکومت کی نظر میں ایک سنگین جرم تھی تو پھر بھی ہمارے ملک میں یا دنیا کے کسی بھی ملک میں یہ قانون نہیں ہے کہ ایک بھائی کے جرم کی سزا دوسرے بھائی کو دی جائے اس کے علاوہ اگر مولانا محمد اشرف قریشی نے بھی کوئی تقریر کی ہے تو پھر ایک ایسی حکومت کی جانب سے کسی عالم دین کے خلاف کارروائی انتہائی افسوسناک عمل ہے جو کہ ملک میں نظام اسلام کو نافذ کرنے کے لئے کوششیں کرنے کی داعی ہو کیونکہ اس اقدام سے حکومت کے ان دعووں کی تردید ہوتی ہے اور ایک عام آدمی بھی یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ایسی حکومت کس طرح سے نظام اسلام نافذ کر سکتی ہے جو کلمہ حق کہنے کی بھی اجازت نہیں دیتی، حالانکہ اسلام میں صاف طور سے کہا گیا ہے کہ جابر حاکم کے سامنے کلمہ حق کہنا بھی جہاد ہے۔

علاوہ ازیں حکومت سے تو مولانا اشرف قریشی اور ان کے ایک ساتھی مولانا ادریس کو بھی مسجد بجوڑی گیٹ کی امامت سے برطرف کر رکھا ہے اس طرح مولانا محمد یوسف قریشی کے خلاف اقدام کا کوئی جواز نظر نہیں آتا نظام اسلام کی داعی حکومت کی طرف سے جامعہ اشرفیہ کی شاخ کے دفاتر سر بمہر کرتے اور ان کے بورڈ گرانے کی وجہ بھی سمجھ نہیں آتی کیونکہ جامعہ اشرفیہ کو نہ تو کبھی سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کیا گیا ہے اور نہ ہی اب کیا جا رہا ہے یہ تو صرف اور صرف اسلامی تعلیمات کے لئے مخصوص ہے پھر ایسے اسلامی تدریسی ادارے کی بندش بھی سمجھ نہیں آتی مولانا محمد یوسف قریشی کی برطرفی کی دوسری وجہ جو اس وقت بتائی جاتی ہے اگر یہ صحیح ہے تو یہ بھی ایک

انتہائی افسوسناک بات ہے کیونکہ اسلام کسی بھی عالم دین کو اس بات پر مجبور نہیں کرتا کہ وہ کسی وزیر کے سلام کے لئے حاضری دے بلکہ اسلام میں اس قسم کی باتوں کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔

مسجد مہابت خان کی امامت ۳۵ سال سے زیادہ عرصہ سے مولانا محمد یوسف قریشی کے خاندان کے پاس ہے پہلے مولانا محمد یوسف قریشی کے والد بزرگوار مولانا عبدالودود قریشی امام تھے جن کی وفات کے بعد مسجد کی امامت اُنہیں ملی ان ۳۵ سال کے عرصہ میں جس طریقے سے اس خاندان نے مسجد کی خدمت کی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں اس تمام عرصہ میں مسجد میں کوئی بھی فرقہ داریت کا ایک واقعہ بھی نہیں ہوا یہی وجہ ہے کہ مولانا محمد یوسف قریشی کی امامت کی بحالی کے لئے ہر فرقہ کے لوگ چاہے اُن کا تعلق بریلوی فرقہ سے ہے یا دیوبندی سے چاہے وہ شیعہ ہیں یا سُنی سب یک زبان ہو کر اُن کی بحالی کا مطالبہ کر رہے ہیں ہم اس موقع پر صوبہ سرحد کے گورنر لیفٹیننٹ جنرل فضل حق سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس سلسلے میں فوری طور پر مداخلت کریں اور مولانا محمد یوسف کی بحالی کے احکامات جاری کر کے مسجد مہابت خان کے تقدّس کو بحال اور لوگوں میں پائی جانے والی بے چینی دور کریں اس کے علاوہ اگر مولانا محمد یوسف قریشی کی برطرفی کی وجوہات ایسی ہوں جو اوپر بیان کی گئی ہیں تو پھر اُن کی برطرفی ایک انتہائی افسوسناک عمل ہے بلکہ اس سلسلے میں سرگرم عمل لوگوں کے کردار کا جائزہ لیا جانا چاہیئے۔ کیونکہ پھر اُن لوگوں کا مقصد صرف اور صرف موجودہ حکومت اور خاص طور سے صوبائی حکومت کو بدنام کرنا اور حکومت کی جانب سے نظام اسلام کے نفاذ کے لئے کی جانے والی کوششوں کو ناکام بنانا ہے اس لئے ایسے عناصر کی سرکوبی خود صوبائی اور وفاقی حکومتوں دونوں کے مفاد میں ہو گی۔

گرامی قدر محترم جناب ڈاکٹر صاحب سلمہ الرحمان

السّلام علیکم۔ قبلۂ محترم 'میثاق' میں آپکے دروس اور تقاریر کو بغور مطالعہ کر رہا ہوں، قرآن حکیم کے رموز آپ جس فصاحت بلاغت سے پیش کر رہے

انشاءاللہ العزیز ——— اس سال بھی

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام

محاضراتِ قرآنی

یکم اپریل (جمعہ) تا ۵۔ اپریل (منگل) ۱۹۸۳ء

(شام کے اوقات میں)

جناح ہال (ٹاؤن ہال)، لاہور میں منعقد ہونگے

——— جن میں ———

پاکستان کے ممتاز علماء دین اور دانشور حضرات کے علاوہ

بھارت سے مولانا وحیدالدین خان صاحب (مدیر الرسالہ دہلی)

پروفیسر محمد اقبال انصاری صاحب (صدر شعبۂ اسلامیات، علی گڑھ

مسلم یونیورسٹی) شرکت فرمائیں گے۔ بھارت سے مزید اہل علم حضرات کی آمد

کی بھی توقع ہے۔

شرکت کی عام دعوت ہے

اہل علم سے شرکت کی خصوصی استدعا ہے

خواتین کیلئے پردہ کا انتظام ہوگا

المعلن:۔ ناظم اعلیٰ، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

PEPSI

MIRINDA

پنجاب بیوریجز کمپنی لمیٹڈ۔ فیصل آباد۔ فون: ۲۶۰۳۱
۲۳۹۳۱

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاۤءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ

سورة الاسراء الآية ٨٢

عطیّہ: حاجی محمد سلیم

حاجی شیخ نورُالدّین اینڈ سنز لمیٹڈ (Exporters)

نمبر ۳۰۱، لنڈا بازار، لاہور ۳۰۶۴۲۸ / ۳۰۵۴۶۹

آپ کو پریسٹرلیسڈ کنکریٹ کے معیاری

گارڈر، بلے اور سلیب وغیرہ

درکار ہوں تو وہاں تشریف لے جائیے جہاں

اظہار لمیٹڈ کی تیار چھتیں

کا بورڈ نظر آئے

صدر دفتر : ۶ - کوثر روڈ - اسلام پورہ (کرشن نگر) لاہور

فون:- ۶۹۵۲۲ ۶۱۵۱۴

پچیسواں کیلومیٹر - لاہور شیخوپورہ روڈ

جی-ٹی روڈ کھٹالہ (نزد ریلوے پھاٹک) گجرات

انڈس ہائی وے - مختار آباد - نزد راجن پور ڈیرہ غازیخان ڈویژن ،

فیروزپور روڈ - نزد جامعہ اشرفیہ - لاہور - فون:- ۴۱۲۵۶۹

شیخوپورہ روڈ - نزد نیشنل ہوزری فیصل آباد - فون:- ۵۰۶۲۶

جی-ٹی روڈ - مریدکے

جی-ٹی روڈ - سرائے عالمگیر

جی-ٹی روڈ - سواں کیمپ - راولپنڈی: فون:- ۶۸۱۲۷

مختار سنز گروپ آف کمپنیز

مُلکی صنعت قوم کی خدمت ہے
اور
قومی خدمت ایک عبادت ہے

سروس انڈسٹریز

اپنی صنعتی پیداوار کے ذریعے سال ہا سال سے
اِس خدمت میں مصروف ہے

Servis

قدم قدم حسین قدم قدم آرام

Regd L No. 7360

MONTHLY "MEESAQ" LAHORE

Vol [illegible] MARCH 1993 No. 3

قدرتی گیس کا ضیاع روکیئے

گیس بچا کر
قومی معیشت کو
مستحکم بنائیے

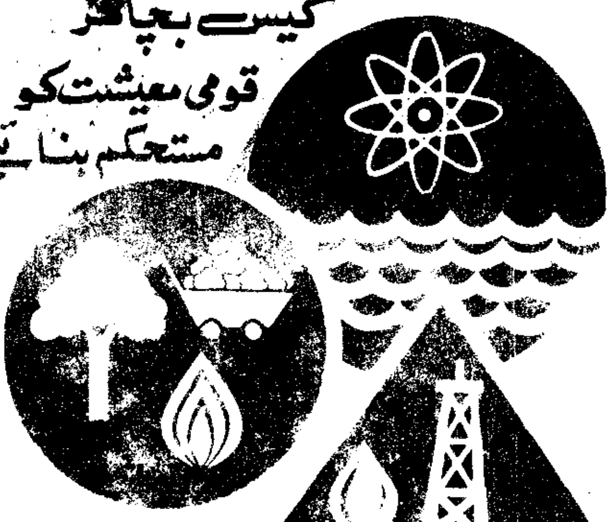

قدرتی گیس بہت زیادہ
قیمتی ہے
اسے ضائع نہ کیجئے

سوئی ناردرن گیس پائپ لائنز لمیٹڈ

NGPL 4/80

paragon